19 جون 2016ء
19 ۔ احسان 1395 ہش

سلسلہ احمدیہ کے اخبارات ورسائل کے عالی مرتبت ایڈیٹرز

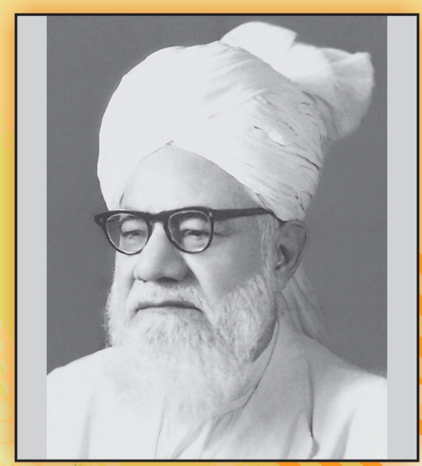
حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب
ایڈیٹر الفضل

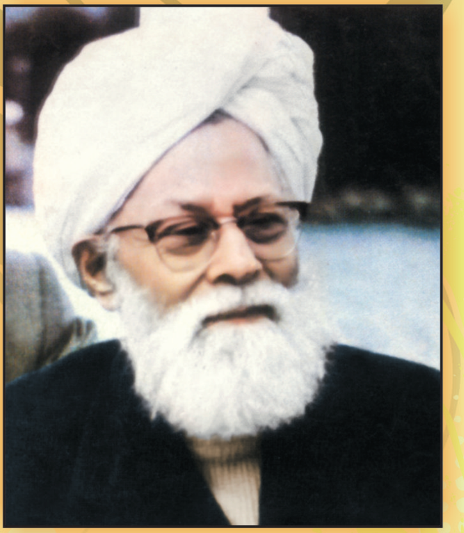
حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثانی
بانی و ایڈیٹر الفضل و تشحیذ الاذہان

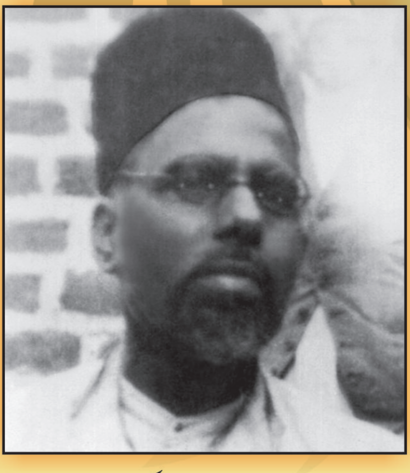
حضرت قاضی محمد ظہور الدین اکمل صاحب
ایڈیٹر الفضل و مصباح

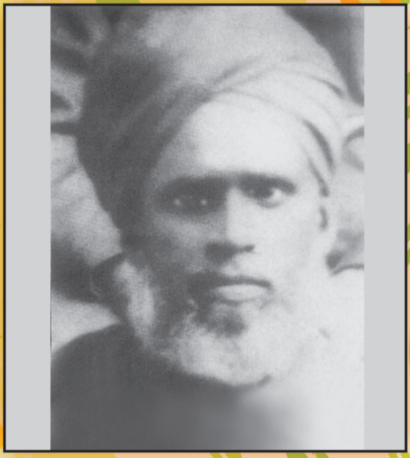
حضرت شیخ یعقوب علی عرفانی صاحب
ایڈیٹر الحکم، احمدی خاتون

حضرت مفتی محمد صادق صاحب
ایڈیٹر البدر، اخبار صادق

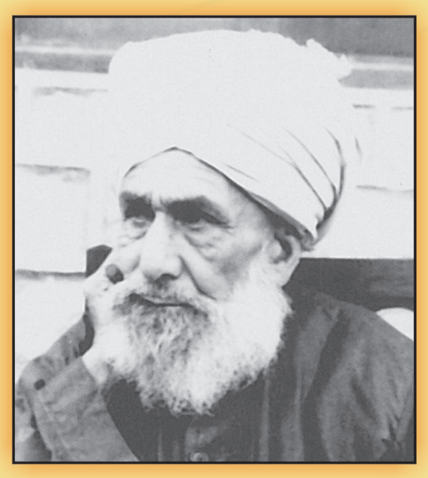
حضرت مولانا سید محمد سرور شاہ صاحب
ایڈیٹر رسالہ تعلیم الاسلام

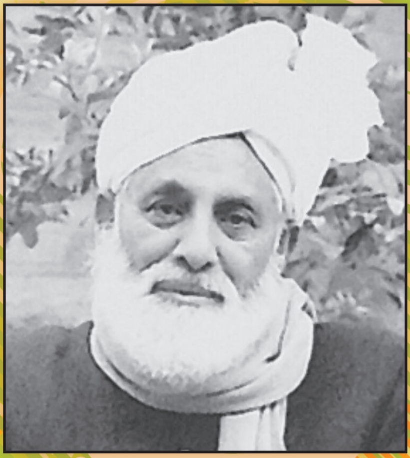
حضرت مولانا ابوالعطاء صاحب جالندھری
ایڈیٹر رسالہ فرقان، الفرقان، البشریٰ

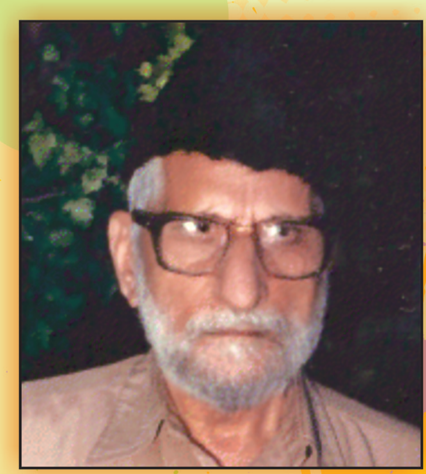
محترم عباداللہ گیانی صاحب
ایڈیٹر رسالہ ست بچن گورمکھی

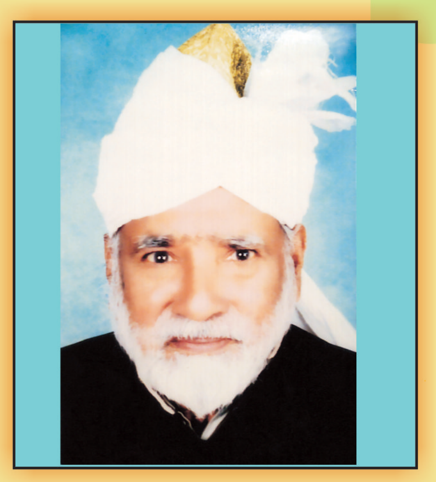
محترم نسیم سیفی صاحب
ایڈیٹر الفضل، رسالہ تحریک جدید

افاضات حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

الفضل کا کام احباب جماعت کو حضرت مسیح موعود کی تعلیمات سے آگاہ کرنا اور خلیفہ وقت کی آواز ان تک پہنچانا ہے۔

ہندوستان سے اور پھر پاکستان سے باقاعدگی سے شائع ہونے والا جماعت کا یہ قدیم اور اہم اخبار ہے۔ اس کا آغاز بڑی قربانیوں سے ہوا یہ اخبار خلفائے احمدیت کی راہنمائی میں نہایت حکمت عملی سے جاری ہے اور اپنوں اور غیروں میں اس کی پہچان ہے

یہ دور دور آخرین ہے۔ قرآن کریم کی پیشگوئی واذاالصحف نشرت کے مطابق دور آخرین کتب و رسائل کی نشرواشاعت کا دور ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاول کے عہد مبارک میں 1913ء میں حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب نے استخارہ کرکے ''الفضل'' کا اجراء فرمایا۔ پہلے ہندوستان سے اور پھر تقسیم ہند کے بعد پاکستان سے باقاعدگی سے شائع ہونے والا جماعت کا یہ ایک قدیم اور اہم اخبار ہے۔ اس کا آغاز بڑی قربانیوں سے ہوا۔ اس کے اجراء کے وقت حضرت اماں جان نے اپنی ایک زمین عنایت فرمائی۔ حضرت امّ ناصر نے اپنے دو زیورات پیش فرمائے جس میں سے ایک انہوں نے اپنے لئے اور ایک ہماری والدہ حضرت صاحبزادی سیدہ ناصرہ بیگم صاحبہ کے استعمال کے لئے رکھا ہوا تھا۔ اسی طرح حضرت نواب محمد علی خان صاحب نے بھی نقد رقم اور زمین پیش فرمائی۔

''الفضل'' کا کام احباب جماعت کو حضرت مسیح موعود کی تعلیمات سے آگاہ کرنا خلیفہ وقت کی آواز ان تک پہنچانا نیز جماعتی ترقی اور روزمرہ کے اہم جماعتی حالات و واقعات سے باخبر رکھنا ہے۔ چنانچہ اس میں حضرت مسیح موعود کے ملفوظات اور ارشادات شائع ہوتے ہیں۔ خلفائے احمدیت کے خطبات و خطابات اور تقاریر وغیرہ شائع ہوتی ہیں اور یہ خلیفہ وقت اور احباب جماعت کے مابین رابطے اور تعلق کا ایک اہم ذریعہ ہے۔ اس میں دنیا کے مختلف ممالک سے جماعتی مراکز کی رپورٹیں چھپتی ہیں جن سے (مربیان) اور سلسلہ کے مخلصین کی نیک مساعی کا علم ہوتا ہے اور جماعت کی ترقی اور وسعت کا پتہ چلتا ہے۔

''الفضل'' میں مختلف موضوعات پر اہم اور مفید معلوماتی مضامین بھی شائع ہوتے ہیں جو احباب جماعت کی روحانی پیاس بجھاتے ہیں اور ان کی دینی، اخلاقی اور علمی تعلیم و تربیت کا سامان کرتے ہیں۔ الفضل کا مطالعہ بہت سی بھٹکی روحوں کی ہدایت کا ذریعہ بھی ہے۔

''الفضل'' تاریخ احمدیت کا بنیادی ماخذ ہے۔ اب تو بہت سے ممالک سے جماعت کے رسائل و جرائد شائع ہوتے ہیں۔ لیکن ماضی میں ''الفضل'' ہی تھا جس نے جماعتی ریکارڈ اور تاریخ جمع کرنے میں بڑا کلیدی کردار ادا کیا۔

یہ دور پرنٹ میڈیا اور الیکٹرانک میڈیا کا دور ہے۔ ہر طرف آزادی صحافت اور آزادی ضمیر کی باتیں ہو رہی ہیں مگر اس ترقی یافتہ دور میں بھی ''الفضل'' پر کئی قسم کی قدغنیں ہیں۔ اخبار میں دینی اصطلاحات وغیرہ کی اشاعت پر بہت سی پابندیاں ہیں۔ اس کے سو سالہ سفر میں اخبار کی انتظامیہ پر متعدد مقدمات بنائے گئے۔ مختلف انداز میں ہراساں کیا گیا۔ ان نامساعد حالات اور پابندیوں کے پیش نظر تو قفات بھی آئے اور اخبار کو بند بھی کرنا پڑا۔ لیکن اللہ تعالیٰ وقتی مشکلات اور دقتوں کو دور فرماتا رہا اور محض اللہ تعالیٰ کے فضل سے خلفائے احمدیت کی راہنمائی میں نہایت حکمت عملی اور خوش اسلوبی سے جماعت نے اسے جاری رکھا ہوا ہے۔ اس کی اپنوں اور غیروں میں نہایت اعلیٰ پہچان ہے۔ اس کے قارئین میں بہت سے ایسے ہیں جنہیں ایک کے بعد اگلے شمارے کا بڑی بے چینی سے انتظار رہتا ہے۔ اگرچہ آج کے جدید دور کے انٹرنیٹ پر بھی بیشمار لوگ اس کا مطالعہ کر لیتے ہیں لیکن وہ لوگ جنہیں یہ سہولت میسر نہیں یا وہ اس کا استعمال نہیں جانتے اور وہ چھپے ہوئے اخبار ہی کا مطالعہ کرتے ہیں ایسے قارئین کی تعداد کو بڑھانے کی ضرورت ہے۔ ...... اللہ تعالیٰ سب کے علم و عمل میں برکت بخشے اور ایمان و ایقان میں بڑھائے۔ آمین

(حضور انور کا پیغام۔ روزنامہ الفضل صد سالہ جوبلی نمبر 2013ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کی الفضل پڑھنے سے متعلق ہدایات

حضور کے دورہ جات 2016ء کی رپورٹس سے انتخاب

لجنہ ڈنمارک سے حضور انور نے فرمایا:

الفضل ربوہ میں میرے خطبات سوال و جواب کی صورت میں شائع ہوتے ہیں۔ آپ بھی خطبہ میں سے سوال و جواب نکال کر ڈینش زبان میں ترجمہ کرکے اپنی سائٹ پر ڈال دیا کریں اس طرح نوجوان پڑھنے لگ جائیں گے۔

حضور انور نے فرمایا:

جو شعبہ اشاعت والے ہیں یہ سوال و جواب کی شکل میں اپنے رسالہ میں ڈال دیا کریں۔

(الفضل 3 دسمبر 2006ء)

حضور انور کے خطبہ جمعہ کے حوالہ سے سیکرٹری تربیت لجنہ سویڈن نے بتایا کہ لجنہ اپنے موبائل پر سنتی ہیں اور پھر بعد میں واپس بتاتی ہیں کہ ہم نے سن لیا ہے۔

اس پر حضور انور نے فرمایا: الفضل میں خطبہ کے سوال و جواب آتے ہیں آپ بھی اس طرح کے بنائیں یا وہاں سے لے کر سویڈش زبان میں ترجمہ کرکے سرکولیٹ کریں۔ فلاں حدیث کس بارے میں تھی اس کا جواب یہ ہے، وہ پڑھ لیں تا کہ یاد کریں، پوچھا کریں کہ سن لیا ہے یا نہیں۔

(الفضل 22 جون 2016ء ص 4)

عبدالباسط قمر بقاپوری صاحب روزنامہ الفضل ربوہ کے صدسالہ مضمون نویسی مقابلہ میں پہلی پوزیشن حاصل کرنے پر ایوارڈ کے حقدار قرار پائے۔ حضور انور نے مصنف کو سند خوشنودی دی۔

(الفضل 28 اکتوبر 2016ء ص 4)

حضور انور نے فرمایا: پھر جو الفضل اخبار ربوہ سے چھپتا ہے۔ اس میں میرے خطبات کے سوال و جواب تیار کرکے وہ شائع کرتے ہیں۔ گزشتہ سالوں کے ان سوال و جواب میں دیکھیں جو تربیتی اور علمی اور تعلیمی پہلو تھے وہ سارے نکال کر پرنٹ آؤٹ نکال کر خواتین کو دیں کہ اس کو پڑھیں پھر اپنے امتحان میں اس میں سے بھی سوال ڈالیں۔......

سیکرٹری نے عرض کیا کہ ہمارا ایک پراجیکٹ ہے ہم اس پر کام کرنا چاہتے ہیں جو ہدایات الفضل میں آتی ہیں۔ ہم ان کو اکٹھا کرنا چاہتے ہیں۔ اس پر حضور انور نے فرمایا: بڑی اچھی بات ہے کریں۔ لیکن الفضل میں آپ کی یوکے کی کلاسز کی کوریج نہیں ہوتی تو یہ MTA پر آجاتی ہیں۔ ان کی ریکارڈنگ سن لیا کریں۔

(روزنامہ الفضل 3 دسمبر 2016ء)

سیکرٹری تعلیم کینیڈا نے عرض کیا کہ حضور انور اگلے سال کے لئے تعلیم کی تھیم (Theme) مقرر کردیں۔

اس پر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا: آپ خود ہی جائزہ لیں کہ کون سے اہم ایشوز ہیں اور پھر اس کے مطابق مقرر کرلیں۔ الفضل میں جو میرے خطبات میں سے بعض سوالات آتے ہیں ان کو بھی سلیبس میں شامل کردیں۔

ایک ممبر نے عرض کیا: بعض انصار کو کہا جائے کہ انصار کے کوئی پروگرام یا لوکل اجلاس عام میں شامل ہوں تو کہتے ہیں ہم نے بہت سے جماعتی پروگراموں میں حصہ لے لیا ہے۔ تو اس وجہ سے ہماری حاضری کم ہو جاتی ہے۔

اس پر حضور انور نے فرمایا: یہ ہر جگہ ہوتا ہے۔ فکر نہ کریں۔ آپ پاکستان میں جب خادم تھے آپ کے اس وقت سال میں چار امتحان ہوتے ہوں گے۔ کیا سب خدام چاروں امتحان دیتے تھے۔ بس یہ تو ہوتا ہے۔ انصار کہتے ہیں کہ ہم نے بہت علم حاصل کرلیا ہے تو اصولاً انہیں نہیں کہنا چاہئے۔ بس آپ صرف توجہ دلا سکتے ہیں۔

حضور انور نے فرمایا: یہ کہنا کہ میں نے بہت علم حاصل کرلیا ہے غلط ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے ایک جگہ بیان کیا کہ لوگ کہتے ہیں کہ الفضل میں کیا ہوتا ہے۔ چھوٹے چھوٹے مضمون ہوتے ہیں کوئی کام کی بات نہیں ہوتی۔ ہمیں اس سے زیادہ علم ہے۔ آپ نے فرمایا: میں روزانہ الفضل پڑھتا ہوں۔ مجھے کوئی نہ کوئی فقرہ یا بعض دفعہ نیا مضمون مل جاتا ہے جو فائدہ مند ہوتا ہے اور نئی چیز ہوتی ہے۔ شاید ان لوگوں کا میرے سے زیادہ علم ہو جو نہیں پڑھنا چاہتے۔ اس قسم کے لوگوں کا یہی جواب ہے۔ انسان کو علم کا تکبر ہی مارتا ہے۔ جو متکبر ہے وہ ڈھیٹ بھی ہوتا ہے۔ جب ڈھیٹ انسان ہوتا ہے تو وہ پبلک میں بلاوجہ بولے گا اور باقیوں کو بھی خراب کرے گا۔ اس لئے ناظمین اور زعماء کو پہلے ہی دیکھ لینا چاہئے کہ کس طرح کا بندہ ہے اور کس طرح ڈیل کرنا ہے۔

(الفضل 5 دسمبر 2016ء ص 4)

مکرم ڈاکٹر طارق احمد مرزا صاحب آسٹریلیا

و اذا الصحف نشرت

عظیم الشان قرآنی پیشگوئی اور ''مردہ'' صحیفوں کا احیاء

آیئے قرآنی و اذا الصحف نشرت اور جب صحیفے نشر کئے جائیں گے، (سورہ التکویر:11) سے مراد صحیفوں، کتابوں، رسائل و اخبارات کی وسیع اشاعت کر کے ان کا پھیلایا جانا، ان کا کھولا جانا اور یا پھر مردہ صحیفوں کا پھر سے زندہ کیا جانا ہو سکتا ہے اور اس زمانہ میں یہ پیشگوئی سب انداز میں پوری ہوگئی ہے۔

جیسا کہ اکثر لوگ جانتے ہیں، قدیم مصری زبان تصاویر کی مدد سے لکھی جاتی تھی جنہیں ''ہیروگلیف'' Hieroglyphs کہا جاتا ہے۔ جدید دور میں اہرام مصر اور دیگر آثار قدیمہ میں سے اس تصویری زبان میں لکھے گئے کتنے ہی مخطوطے اور دستاویزات برآمد ہوئے جو ایک طویل عرصہ تک ایک معمہ ہی بنے رہے حتیٰ کہ 1799ء اور پھر

انیسویں صدی عیسوی میں یکے بعد دیگرے چند پتھروں پہ کندہ ایسی دستاویزات دریافت ہوئیں جنہوں نے ماہرین لسانیات کے لئے ایک کلید یا لغت کا کام کیا کیونکہ ان پر لکھی ہوئی عبارتیں صرف ہیروگلیف رسم تحریر میں ہی نہ تھیں بلکہ ان پر دو اور زبانوں (قدیم یونانی اور دیموطیقی Demotic) میں ان کا لفظی ترجمہ بھی درج تھا۔ یہ دستاویزات مصر کے بطلیموسی (Ptolemaic Era) دور حکومت سے تعلق رکھتی ہیں جو 305 تا 30 سال قبل مسیح کا زمانہ ہے۔ یہ وہ دور ہے جب قدیم مصری ''ہیروگلیفی'' رسم تحریر بھی رائج تھی اور ساتھ ہی قدیم یونانی زبان بھی جو سکندر اعظم اور اس کے عمال نے مصر میں متعارف کروا دی تھی۔ دیموطیقی Demotic رسم الخط تصویری رسم الخط ''ہیروگلیف'' کی ترقی یافتہ شکل ہے جس میں بتدریج تصویروں کی جگہ علامات اور پھر علامات کی جگہ حروف ابجد نے لے لی تھی۔ یہ قدیم رسم الخط عربی کی طرح دائیں سے بائیں لکھا جاتا تھا اور قدیم فراعین مصر کے دور میں ہی ایجاد ہو چکا تھا۔ ماہرین کے مطابق اسی رسم الخط اور زبان کی کوکھ سے بعد ازاں مصر میں قبطی (Coptic) زبان نے جنم لیا جو آجکل رومن ابجد میں لکھی اور پڑھی جاتی ہے۔ اس کے حوالے سے مصری عیسائیوں کا ایک فرقہ Coptic Church بھی مشہور ہے۔

ان قدیم دستاویزات کی گتھیاں سلجھانا کوئی آسان کام نہ تھا۔ اس کام میں ماہرین آثار قدیمہ کی عمریں صرف ہوگئیں۔ بیک وقت تین زبانوں پہ مشتمل دستاویزات کے حامل ان پتھروں میں سب سے زیادہ شہرت ''سنگ رشید'' (Rosetta Stone) کو ملی ہے یہ سب سے پہلے دریافت ہوا تھا۔ ترکی کی سلطنت عثمانیہ، فرانس اور برطانیہ میں ہونے والے ایک جنگی معاہدے کے بعد اس پتھر کو جو تقریباً چار فٹ لمبا اور دو فٹ چوڑا ہے، 1802ء میں بالآخر

برٹش میوزیم میں لایا گیا جہاں یہ موجود ہے۔ اس کی کئی نقلیں تیار کر کے مختلف ممالک کے ماہرین کو بھجوائی گئیں جو اسی پتھر کو بطور ''پرنٹنگ بلاک'' استعمال کر کے تیار کی گئی تھیں۔ خود اس پتھر پہ کندہ عبارات کی ایسی نقول بھی بعد میں دریافت ہوئی ہیں جو اس کے ساتھ ہی (196 قبل مسیح میں) تیار کی گئی تھیں۔ وہ بھی پتھروں پر کندہ ہیں۔

(بحوالہ آزاد دائرۃ المعارف وکی پیڈیا)

مصر کے آثار قدیمہ سے دستیاب ہونے والی دستاویزات کا اب جدید زبانوں میں ترجمہ اور ان کی اشاعت کا کام جاری ہے جس سے ہمیں اس دور کی روایات، تاریخ اور مذہبی وغیر مذہبی رسوم و رواج کے بارہ میں بہت کچھ معلوم ہو سکا ہے۔ اب تو مصر کی ان قدیم ''مردہ'' زبانوں کی گرائمر بھی مرتب کی جا رہی ہے اور ایسے ٹائپ رائٹر (Phonetic Key Board) بھی تیار ہو چکے ہیں جن کے ذریعہ آج کل کوئی بھی شخص قدیم مصری رسم الخط میں اپنا نام پتہ خط وغیرہ لکھ سکتا ہے۔

بیسویں صدی میں نہ صرف مصری بلکہ دنیا کے دیگر براعظموں سے دریافت شدہ ہیروگلیفی آثار پر بھی نمایاں کام ہوا ہے اس سلسلہ میں قدیم مایا تہذیب (Maya Civilization) کے، جو موجودہ میکسیکو سے لے کر گوئٹے مالا تک کے علاقہ میں آج سے دس ہزار تا دو ہزار سال قبل تک پھلتی پھولتی رہی، چھوٹے ہوئے صحیفے بھی قابل ذکر ہیں جو بڑی حد تک پڑھے اور ترجمہ کئے جا چکے ہیں۔ یہ صحائف ان کی اپنی علامتی اور تصویری زبان (Mayan Glyphs) میں ہیں۔

یہاں یہ بیان کرنا بھی مناسب ہوگا کہ عیسائی مشنریوں نے مبینہ طور پر مایا تہذیب کی بے شمار دستاویزات نہایت بیدردی سے تلف کر دی تھیں۔

اس کے برعکس اسلامی تاریخ کی بعض روایات کے مطابق آٹھویں صدی عیسوی کے مشہور صوفی بزرگ حضرت ذوالنون مصریؒ اور اسی طرح نویں صدی کے ایک مسلمان عالم ابوبکر احمد ابن وحشیہ کلدانی نے دور فراعنہ کے قدیم ہیروگلیفی رسم الخط پہ باقاعدہ تحقیق کی (جبکہ مصر میں مسلمانوں کی حکومت قائم ہو چکی تھی) اور بتایا جاتا ہے کہ انہوں نے اس زبان کی ابجد عربی میں ترجمہ بھی کر لی تھی مگر زمانے کی ترجیحات مختلف ہونے کی وجہ سے یہ علم ان کے بعد مزید ترقی نہ پا سکا۔ یہ کام اکمل طور پر قرآنی پیشگوئی و اذا الصحف نشرت کے تحت اس ''دور آخر'' میں ہی ہونا مقدر تھا!

(بحوالہ ماہنامہ لاہور انٹرنیشنل مئی 2017ء صفحہ 23-24)

☆..........☆..........☆

حضرت مسیح موعود کی قلمی خدمات

حضرت قاضی ظہور الدین اکمل صاحب بیان فرماتے ہیں۔

''اخبار بدر میں الہامات و وحی کا پروف حضرت مسیح موعود کو ملاحظہ کرا کے چھاپا جاتا تھا۔ حضور کو اس قدر خیال ہوتا کہ ایک روز میں نے پروف پر سالن سے رنگین انگوٹھے کا نشان دیکھا۔ معلوم ہوا کہ کھانا کھاتے تھے جو کسی نے پروف جا دیا۔ آپ نے اسی وقت پڑھنا شروع کر دیا اور پڑھ کر پھر بقیہ کھانا تناول فرمایا۔''

(الحکم 21 مئی 1924ء)

بے نام الفضل

8 مئی 2015ء کو حکومت پنجاب نے ایک اشتہار عام کے ذریعہ حضرت مسیح موعود کی جملہ کتب اور الفضل اور دیگر جماعتی رسائل کو بند کر دیا۔ اس کے کچھ دن بعد الفضل صرف انٹرنیٹ پر آتا رہا۔ مگر اس پر اخبار کا نام اور دیگر تفصیلات شائع نہیں ہوتی تھیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں اس امر کی اطلاع دی گئی تو حضور نے جواب میں فرمایا۔

لندن۔ z-22/05/15

پیارے مکرم عبدالسمیع خان صاحب

السلام علیکم......

آپ کے دو خط ملے جن میں آپ نے لکھا ہے کہ احباب جماعت آجکل بے نام الفضل سے بھی خوب لطف اٹھا رہے ہیں اور کثرت سے انٹرنیٹ پر اس سے استفادہ کر رہے ہیں۔ الحمدللہ

اللہ تعالیٰ احمدیوں کو ابتلاؤں کے ہر میدان میں ہمیشہ ثابت قدم رکھے اور ان کے حوصلوں کو پہلے سے زیادہ بلند فرماتا رہے۔ اللہ آپ کو اور الفضل کے جملہ سٹاف کو اپنی حفاظت میں رکھے اور آپ سب پر ہمیشہ اپنے پیار کی نظریں ڈالتا رہے۔ اللہ آپ سب کے ساتھ ہو۔ آمین

والسلام

خاکسار

خلیفۃ المسیح الخامس

بندش کا یہ سلسلہ 2 جون 2015ء تک جاری رہا اور لاہور ہائی کورٹ کے ایک Stay Order کے بعد 3 جون 2015ء سے الفضل پھر جاری ہو گیا۔

ادارہ الفضل 1934ء میں

چشم دنیا سے نہاں بھی ظاہر و باہر بھی ہیں
ہیں رحیم آپس میں پر کفار پر قاہر بھی ہیں
صحبت آقا میں رہ کر سب غلامان نبی
صابر و شاکر بھی ہیں اور طیب و طاہر بھی ہیں

(حسن رہتاسی)

گھنی چھاؤں

فصل گرما میں جو ہوتی ہے مسافت درپیش
سر پہ جب دھوپ کی چادر سی تنی ہوتی ہے
راہ کے پیڑ محبت سے بلاتے ہیں مجھے
''بیٹھ جاتا ہوں جہاں چھاؤں گھنی ہوتی ہے''

(انور مسعود)

سلسلہ عالیہ احمدیہ کی تاریخ کے چار بنیادی ماخذ اخبارات کے پہلے شماروں کا عکس

حضرت مصلح موعود فرماتے ہیں: حضرت مسیح موعود ہمیشہ فرمایا کرتے تھے کہ الحکم اور بدر ہمارے دو بازو ہیں۔ (انوار العلوم جلد 14 ص 544)

الحکم

اخبار الحکم۔ 8 / اکتوبر 1897ء
ایڈیٹر حضرت شیخ یعقوب علی عرفانی صاحب

البدر

اخبار البدر۔ 31 / اکتوبر 1902ء
ایڈیٹر مکرم محمد افضل صاحب

الفضل

اخبار الفضل۔ 18 جون 1913ء
ایڈیٹر صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد المصلح الموعود

الفضل

الفضل انٹرنیشنل۔ 30 جولائی 1993ء
ایڈیٹر مکرم رشید احمد چوہدری صاحب

صحافت میں ہے اس کی عمر اک سو سال سے اوپر
یہ سہرا بھی اگر دیکھیں تو اس کے نام جاتا ہے
یہ اک اعزاز ہے نقاشؔ اس کی ہر اشاعت میں
خدا کا فضل ہے جو الفضل کے کام آتا ہے

محترم مولانا دوست محمد شاہد صاحب

1933ء میں ہندوستان کے مسلمانوں کے لئے الفضل کی خدمات

اخبار الفضل نے اپنی مستقل پالیسی کے مطابق 1933ء میں بھی مسلمانوں کے اہم مسائل اور ان کے قومی مفاد میں گہری دلچسپی لی۔ اس ضمن میں چند اہم معاملات کا ذکر کرنا ضروری ہے۔

السنہ شرقیہ کا تحفظ

یہ افواہ مشہور ہوئی کہ اورینٹل کالج لاہور اور السنہ شرقیہ کی حیثیت اور وقعت کم کرنے کی تجاویز پنجاب یونیورسٹی کے تحقیقات کمیشن کے زیر غور ہیں۔ اخبار الفضل نے اس پر لکھا کہ

مسلمان قطعاً برداشت نہیں کریں گے کہ وہ زبانیں جو ان کی تہذیب ان کے تمدن، ان کی شاندار روایات، ان کے اسلاف کے بے مثال کارناموں اور ان کے علوم کی حامل ہونے کے علاوہ ان کے مذہب کو بھی محفوظ کئے ہوئے ہیں انہیں ایسے صوبہ میں جہاں تمام دوسری اقوام کے مقابلہ میں مسلمانوں کی آبادی زیادہ ہے نذر تغافل ہونے دیں۔ (الفضل 26 جنوری 1933ء ص 4,3)

مملکت آصفیہ اور مسئلہ برار

مملکت آصفیہ اور حکومت برطانیہ کے مابین مسئلہ برار مدتوں سے زیر بحث چلا آرہا تھا۔ اخباری اطلاعات سے معلوم ہوا کہ اعلیٰ حضرت والی دکن اور ان کے لائق وجہاندیدہ وزیر اعظم سر اکبر حیدری اور ان کے رفقاء کار کی کوشش سے ایک باقاعدہ معاہدہ ہو رہا ہے جس کی رو سے برار کا علاقہ شہر یار دکن کے سپرد کر دیا جائے گا۔ اخبار الفضل نے اس پر بہت خوشی کا اظہار کیا اور اس تصفیہ کو مملکت دکن اور اہل برار دونوں کے لئے بابرکت قرار دیا اور اہل برار کو مشورہ دیا کہ انہیں ایسے لوگوں کی باتوں کو کوئی وقعت نہیں دینی چاہئے۔ جو سودیشی حکومت کے نعرے بلند کرتے ہیں مگر نہیں چاہتے کہ سب سے بڑے ہندوستانی فرمانروا کو اپنا علاقہ واپس مل جائے۔ (الفضل 16 فروری 1933ء ص 4,3)

مسلمان افسر کی برطرفی پر احتجاج

سرحد کے ایک اعلیٰ مسلمان افسر (شیخ تاج محمد صاحب کنٹرولر آف اکونٹس) برطرف کر دیئے گئے۔ اس پر الفضل نے سخت احتجاج کیا اور لکھا کہ اگر یہ فیصلہ واپس نہ لیا گیا۔ تو مسلمان یہ سمجھنے پر مجبور ہوں گے کہ 95 فیصدی مسلمان آبادی والے صوبہ کے اعلیٰ مسلمان افسر بھی بآسانی غیر مسلموں کی سازش کا شکار بنائے جا سکتے ہیں۔ (الفضل 26 مارچ 1933ء ص 4 کالم 3)

ہندوؤں کے حملہ کی مذمت

عیدالاضحیہ کی تقریب پر حکومت کے وسیع انتظامات کے باوجود ہندوؤں نے مسلمانوں پر حملہ کر دیا تھا اس ظالمانہ روش پر اظہار افسوس کرنے کی بجائے اخبار ملاپ 21 اپریل 1933ء نے لکھا کہ ہندوستان کے مسلمانوں کو عید کی قربانی ہی بند کر دینی چاہئے۔ الفضل نے اس ذہنیت پر رنج و غم کا اظہار کرتے ہوئے لکھا کاش ہندوؤں میں رواداری کا مادہ ہوتا کہ وہ اقلیتوں کے حقوق نہیں بلکہ مراعات دے کر اپنا اعتماد جما لیتے۔ (الفضل 13 اپریل 1933ء ص 4,3)

ریاست بہاولپور کے خلاف ہندو شورش

ہندوؤں نے تحریک آزادی کشمیر کے ردّعمل کے طور پر ریاست بہاولپور کے خلاف شورش برپا کر رکھی تھی جس کی حقیقت اخبار الفضل نے واضح کی۔ (الفضل 9 مئی 1933ء ص 4 کالم 3)

اتحاد المسلمین کی جدوجہد

صدر خلافت کمیٹی نے مسلمانوں کو مشورہ دیا کہ مسلمانوں کی نجات ان کی اپنی تنظیم میں مضمر ہے لہٰذا مسلمانوں کو اپنے تمام اختلافات دفن کر کے متحد طور پر کام کرنا چاہئے۔ الفضل نے اس مشورہ کا پُر جوش خیر مقدم کیا۔

(الفضل یکم جون 1933ء ص 4 کالم 5)

مسلم لیگ میں یکجہتی کے لئے کوشش

قائد اعظم محمد علی جناح کے قیام لندن کے دوران مسلم لیگ کو بہت نقصان پہنچ رہا تھا اور یہ تنظیم اندرونی الجھنوں کا شکار بن کر عضو معطل بن رہی تھی۔ اخبار الفضل نے اس نازک مرحلہ پر مسلمانان ہند کو توجہ دلائی کہ آل انڈیا مسلم لیگ ہی ہماری سب سے پہلی سیاسی انجمن ہے جس نے نہ صرف مسلمانوں کے سیاسی اور ملکی حقوق کی حفاظت کی بلکہ ان میں سیاسی شعور پیدا کرنے کے لئے گرانقدر خدمات سرانجام دی ہیں۔ لہٰذا آج جبکہ مخالف طاقتیں نہایت منظم طریق سے مسلمانوں کو کچلنے کے لئے برسرپیکار ہیں۔ یہ طریق نہ صرف ارکان مسلم لیگ کی شان کے شایان نہیں بلکہ مسلمانوں کے لئے سخت نقصان رساں اور ان کے سیاسی حقوق کو تباہ کرنے والا ہے۔ (الفضل 18 جولائی 1933ء ص 4,3)

ریاست مانگرول کی تائید

مانگرول کاٹھیاواڑ میں ایک چھوٹی سی مسلمان ریاست تھی۔ ہندو ذبیحہ گائے کا سوال اٹھا کر اس میں فتنہ پیدا کرنے کی کوشش کر رہے تھے اور آریہ اخبار نواب صاحب مانگرول کے خلاف پراپیگنڈا کر رہے تھے جس کے خلاف اخبار الفضل نے آواز بلند کی۔ (الفضل 10 اگست 1933ء ص 4 کالم 3)

سیوا سنگھی تنظیم کی مخالفت

اجمیر میں ہندوؤں کا ایک بہت بڑا اجتماع ہوا جس میں مسلمانوں کے خلاف جدید محاذ جنگ قائم کرتے ہوئے سیوا سنگھ کے نام سے رضا کاروں کی ایک فوج تیار کرنے اور مسلمانوں کو جلد سے جلد شدھ کر کے ہندو بنانے کا فیصلہ کیا۔ اخبار الفضل نے مسلمانوں کو ہندوؤں کے ان ناپاک عزائم سے خبردار کرنے کے لئے ایک مفصل شذرہ سپرد قلم کیا۔

(الفضل 29 اکتوبر 1933ء ص 4,3)

(بحوالہ تاریخ احمدیت جلد 7 ص 137)

عبدالسمیع خان

''ٹیری جونز کے نام کھلا خط'' پر تبصرہ

امریکہ کے پادری ٹیری جونز نے 21 مارچ 2011ء کو قرآن کریم کو سرعام جلایا اور توہین آمیز کلمات کہے۔ اس حوالے سے خاکسار نے 21 اپریل 2011ء کے الفضل میں ٹیری جونز کے نام کھلا خط کے عنوان سے ایک مضمون لکھا جس میں قرآن کریم کی عظمت کا ذکر کرتے ہوئے اس کی اس قبیح حرکت پر احتجاج کیا۔

اس مضمون کو احباب جماعت نے بہت پسند کیا۔ امریکہ سے مربی سلسلہ مکرم شمشاد احمد ناصر صاحب نے اس کا ترجمہ کرا کے ٹیری جونز اور دیگر عمائدین کو بھجوایا۔ پاکستان میں مکرم طاہر احمد ملک صاحب لاہور کینٹ نے خاکسار کے نام خط میں لکھا کہ آپ نے نہایت مدلل تحریر سے بدبخت پادری کو مسکت جواب دیا ہے۔ نیز لکھا کہ

''اس مضمون کی چند فوٹو کاپیاں کروا کر چند غیراز جماعت لوگوں کو دی گئیں۔ ان سب کا مجموعی تاثر یہ تھا کہ ایسا مضمون نہ دیکھا اور سنا اور اس وقت ایسا مضمون بہت ضروری تھا جو مدلل طور پر ٹیری جونز اور اس کے ہم خیال لوگوں کا رد کر سکے۔

ان لوگوں کا یہ بھی کہنا تھا کہ گھیراؤ اور جلاؤ کسی چیز کا حل نہیں۔ دلیل سے ایسے لوگوں کا منہ بند کرنا چاہئے تاکہ عوام الناس دیکھ سکیں کہ کیا قرآن کریم کو جلانے والے اور کروڑوں مسلمانوں کا دل زخمی کرنے والے اصل دہشت گرد ہیں یا وہ چند گمراہ اور انہی کی روٹیوں پر پلنے والے جو اپنے آپ کو اسلام کی طرف منسوب کرتے ہیں؟

اس مضمون نے یہ ضرورت بہت حد تک پوری کر دی ہے اور ایسے مضامین کا سلسلہ جاری رہنا چاہئے۔ ذیل میں خاکسار ان لوگوں کے نام درج کر رہا ہے جن کو اس مضمون کی فوٹو کاپیاں دی گئیں اور ان سے بعد میں تاثرات لئے گئے۔

1۔ میجر (ریٹائرڈ) چوہدری محمد اکرم صاحب ریٹائرڈ IG پولیس ڈیفنس لاہور

2۔ پروفیسر شاہد صاحب ڈیفنس لاہور

3۔ پروفیسر (ریٹائرڈ) محمد یونس صاحب ڈیفنس لاہور

4۔ محترم نعیم احمد صاحب
انجینئر وطین ڈیفنس لاہور

5۔ ڈاکٹر محمد حنیف صاحب
بزنس مین ڈیفنس لاہور

6۔ میاں جاوید صاحب ڈیفنس لاہور

مندرجہ بالا اشخاص کو محترم طاہر احمد چوہدری صاحب ولد چوہدری محمد اسلم صاحب زعیم مجلس انصاراللہ حلقہ علی ڈیفنس کے ذریعہ فوٹو کاپیاں دی گئیں۔

7۔ محترم محمد سلیم بٹ صاحب
ریٹائرڈ EVP نیشنل بینک آف پاکستان

8۔ محترم جاوید تحسین صاحب
بزنس مین لاہور کینٹ

9۔ محترم اسد محمود صاحب
بزنس مین ڈیفنس لاہور

مندرجہ بالا اشخاص کو محترم لئیق احمد صاحب SVP (ریٹائرڈ) نیشنل بینک آف پاکستان ولد چوہدری ظہور احمد صاحب آڈیٹر صدر انجمن احمدیہ لاہور کے ذریعہ فوٹو کاپیاں دی گئیں۔

محترم عبدالسمیع خان صاحب اللہ تعالیٰ آپ کے قلم میں مزید زور پیدا کرے۔ خلافت کی برکت سے آپ بہت زوردار علمی مضامین لکھ رہے ہیں۔ جو کہ ہم لوگوں کے لئے بہت فائدہ مند ثابت ہو رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین

☆..........☆..........☆

مرتبہ: مکرم محمد رئیس طاہر صاحب

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے ارشادات کی روشنی میں

الفضل کے کام، اہمیت اور اشاعت بڑھانے کی ضرورت

خدا کا فیصلہ

الفضل جو کچھ کر رہا ہے وہی کر رہا ہے جس کا خدا تعالیٰ نے فیصلہ کیا ہے اور مخالف دنیا بھی جس طرف متوجہ ہے۔(تاریخ احمدیت جلد 19 صفحہ 68)

سیاست سے الگ

جب سے کہ میں نے ''الفضل'' جاری کیا میں برابر روز وشب اسی کوشش میں رہا ہوں کہ جماعت کو سیاسیات سے الگ سے رکھوں۔

(خطبات محمود سال 1935ء صفحہ 49)

دگنی آمد

تحریک جدید کے وعدے ہیں۔گزشتہ دنوں ''الفضل'' کو ایک مستقل نوٹ لکھ کر دے دیا تھا کہ شائع ہوتا رہے۔اس کے نتیجہ میں پندرہ روز تک تو آمد قریباً دگنی ہوگئی لیکن پھر سستی پیدا ہونے لگی۔

(خطبات محمود سال 1937ء صفحہ 470)

درست خبر پر اعتراض کیسا؟

میں تو حیران ہوتا ہوں کہ بعض دوست شکایت کرتے ہیں کہ الفضل میں سیاسی مضامین شائع ہوتے ہیں ۔ وہ یہ نہیں سمجھتے کہ اگر وہ دنیا کی سیاسیات سے واقف نہیں ہوں گے تو اس کی اصلاح کیسے کریں گے۔کیا سیاست قرآن کریم کا حصہ نہیں؟ ہاں اگر کوئی بات غلط شائع ہو تو اعتراض ہوسکتا ہے۔ایک دوست کو شکایت ہے کہ جاپان کے حالات اخبار الفضل میں کیوں درج ہوتے ہیں اور یہی لوگ ہیں جن کو میں کنویں کے مینڈک کہتا ہوں۔فکر تو یہ ہونی چاہئے کہ جاپان کے حالات تو شائع ہوتے ہیں فلپائن کے کیوں نہیں ہوتے؟ روس کے کیوں نہیں ہوتے؟ یہ غم تمہیں کھائے جانا چاہئے کہ کیا یہی ہماری پہنچ ہے کہ ہمارے اخبار میں صرف جاپان کے حالات ہی شائع ہوتے ہیں ۔ ہمارے دوستوں کو اس پر گلہ ہونا چاہئے کہ جو نہیں چھپا نہ کہ اس پر جو چھپ رہا ہے۔انہیں سوچنا چاہئے کہ کیا جاپان کی اصلاح ہمارا فرض نہیں؟ اگر ہے تو اس کے حالات کا علم نہ ہوگا تو ہمارے دل میں اس کے لئے درد کس طرح پیدا ہوگا اور ہم اس کی اصلاح کس طرح کر سکتے ہیں۔

(خطبات محمود سال 1937ء صفحہ 11)

سخت الفاظ استعمال نہ کریں

میں سلسلہ کے اخبارات کو بھی توجہ دلاتا ہوں کہ دشمن کی شرارت کو دیکھ کر بھی سخت الفاظ استعمال نہ کیا کریں کہ محبت سختی سے زیادہ اثر کرتی ہے دشمنوں کی گالیوں کو سن کر بھی جوش میں نہ آئیں ہمارے خلاف جو کچھ گند اُچھالا گیا ہے اور اس کے جواب میں ہمارے اخبارات میں جو کچھ لکھا جاتا ہے اگر اس سے بیس گنا زیادہ بھی لکھا جائے تو گو یہ جائز ہے لیکن ہر جائز کام تو نہیں کرلیا جاتا بلکہ یہ دیکھا جاتا ہے کہ موقع اور محل کے لحاظ سے کون سا کام مفید ہے اسی طرح یہ دیکھنا چاہئے کہ کیا تبلیغی نقطہ نظر سے سختی کا جواب سختی مفید ہوگا چونکہ یہ طریق مفید نہیں اس لئے اسے اختیار نہیں کرنا چاہئے بلکہ نرمی کے پہلو کو ہمیشہ غالب رکھنا چاہئے۔

(خطبات محمود سال 1935ء صفحہ 329)

اخبار خرید کر پڑھیں

جماعت اللہ تعالیٰ کے فضل سے لاکھوں کی جماعت ہے مگر اخبار ''الفضل'' کی اشاعت پندرہ سولہ سو کے درمیان رہتی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہزارہا آدمی ہماری جماعت میں ایسے ہیں جن کے کانوں تک میری آواز نہیں پہنچتی ۔ بنگالی اردو کا ایک حرف تک نہیں جانتے پس وہ ''الفضل'' سے فائدہ نہیں اٹھا سکتے۔پھر ہمارے ملک میں ایک بہت بڑی تعداد ایسے لوگوں کی ہے جو لکھنا پڑھنا نہیں جانتے۔اندازہ لگایا گیا ہے کہ مسلمانوں میں سے صرف تین چار فیصدی تعلیم یافتہ ہیں باقی چھیانوے ستانوے فیصدی ایسے لوگ ہیں جو پڑھے لکھے نہیں۔پھر جو لوگ پڑھ بھی سکتے ہیں، ان میں سے کچھ غریب ہوتے ہیں اور وہ اپنی غربت کی وجہ سے اخبار نہیں منگوا سکتے۔بہت سے سست ہوتے ہیں اور بہت سے ایسے بھی ہوتے ہیں جو لکھے پڑھے ہونے کے باوجود اخبار نہیں منگواتے اور اگر ان کے قریب کوئی اور شخص اخبار منگواتا ہو تو اسی سے پوچھتے رہتے ہیں سنایئے ''الفضل'' میں سے کوئی تازہ بات۔گویا وہ اتنا ہی کافی سمجھتے ہیں کہ اخبار لے کر پڑھ لیا۔یا کسی دوسرے سے کوئی ایک آدھ خبر معلوم کر لی خود اس کو خریدنا ضروری نہیں سمجھتے۔ (خطبات محمود سال 1935ء صفحہ 27)

الفضل کی خریداری بڑھائیں

ہمارے اخبار کی خریداری بہت کم ہے ۔اور جماعت کے حلقہ میں اسے بہت کم وسعت حاصل ہے۔جس وقت ہماری جماعت کی تعداد آج کی تعداد سے بہت کم یعنی سرکاری مردم شماری کی رو سے صرف اٹھارہ سو تھی اس وقت بدر کے خریداروں کی تعداد چودہ سو تھی۔اس وقت سرکاری مردم شماری کی رو سے پنجاب میں احمدیوں کی تعداد چھپن ہزار ہے اور اگر پہلی نسبت کا لحاظ رکھا جائے تو آج ہمارے اخبار کے صرف پنجاب میں چار ہزار سے زائد خریدار ہونے چاہئیں اور اگر اس امر کو دیکھا جائے کہ یہ تعداد جو مردم شماری کی رو سے بیان کی گئی ہے، قطعاً صحیح نہیں اور پنجاب کے علاوہ ہندوستان اور دوسرے ممالک کے احمدیوں کو بھی ملا لیا جائے تو اخبار ''الفضل'' کے اس وقت کم از کم سات آٹھ ہزار خریدار ہونے چاہئیں مگر اس کی خریداری پندرہ اور اٹھارہ سو کے درمیان رہتی ہے ۔جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اخبار اس وسعت سے شائع نہیں ہوتا جس وسعت کے ساتھ اسے شائع ہونا چاہئے ۔یہی وجہ ہے کہ ہماری آواز تمام احمدیوں تک نہیں پہنچتی بلکہ وہی احمدی اس سے واقف ہوتے ہیں جو اخبار خریدتے یا دوسروں سے لے کر پڑھ لیتے ہیں باقی لوگ سلسلہ کے حالات سے بے خبر رہتے ہیں۔ حتیٰ کہ مجھے تعجب ہوا کل ہی شملہ کے امیر جماعت کا ایک خط آیا ایک ایسے امر کے متعلق جس کا ذکر جلسہ سالانہ والی تقریر میں بھی تھا اور ایک دو خطبات بھی اس پر میں نے پڑھے تھے کہ ہمیں اب تک اس بات کا علم نہ ہوسکا تھا۔اگر امراء جماعت بھی سلسلہ کے اہم امور سے اور ان امور سے جو اخبار میں شائع ہو جاتے ہوں اتنے ناواقف رہتے ہوں تو بجز اس کے اور کیا سمجھا جا سکتا ہے کہ نہ تو دلچسپی سے اخبار کا مطالعہ کیا جاتا ہے اور نہ اخبار اس کثرت سے شائع ہوتا ہے جس کثرت کے ساتھ اسے شائع ہونا چاہئے ۔یہی وجہ ہے کہ ہماری آواز تمام جماعت تک نہیں پہنچتی۔

(خطبات محمود سال 1934ء صفحہ 204)

شورش نہ پیدا کریں

اخبار الفضل نیز دوسرے اخبارات کے فائل گواہ ہیں کہ اس کے متعلق ہماری طرف سے ایک لفظ بھی نہیں لکھا گیا اور اس جلسہ کے لئے جماعت کو کوئی تحریک نہیں کی گئی بلکہ مجھ سے پوچھا گیا تو میں نے یہی جواب دیا کہ ہمیں کیا ضرورت ہے خواہ مخواہ شورش کریں۔اس کے متعلق ہمارے دوستوں پر اتنا اثر تھا کہ اخبار الفضل نے بعض وہ باتیں جو حکام کے خلاف لکھی جانی چاہئے تھی وہ بھی نہیں لکھیں اور اس پر میں نے ناراضگی کا اظہار بھی کیا۔

(خطبات محمود سال 1934ء صفحہ 292)

ہر شہر کوشش کرے

اس موقع پر اخبار الفضل کا خاتم النبیین نمبر بھی شائع ہوتا ہے۔افسوس ہے کہ دوستوں نے اس کی توسیع اشاعت کیلئے پوری توجہ نہیں کی۔......حضرت مسیح موعود کی خواہش تھی کہ ریویو دس ہزار چھپے۔ ......پس حضرت مسیح موعود کی اس خواہش کو پورا کرنے کے خیال سے اس پرچہ کی اشاعت کم از کم دس ہزار کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔تعجب ہے کہ بڑی بڑی جماعتوں نے اس طرف توجہ نہیں کی مثلاً لاہور میں ہزار دو ہزار پرچہ کا لگ جانا کوئی بڑی بات نہیں ......اسی طرح ہر شہر اپنی حیثیت کے مطابق اس میں کوشش کرے تو اس پرچہ کا بہت بڑی تعداد میں نکل جانا کوئی بڑی بات نہیں۔ضرورت صرف ارادہ اور نظام کی ہے۔

(خطبات محمود سال 1929ء صفحہ 108)

لٹریچر مذہبی ضرورت پوری کرتا ہے

سلسلہ کے اخبارات بھی خریدنے چاہئیں الفضل کی پندرہ سال قبل جتنی اشاعت تھی۔اتنی ہی اب بھی ہے حالانکہ پچھلے دس سال کے متعلق ہمارا اندازہ نہیں ۔ بلکہ گورنمنٹ کی رپورٹ کہتی ہے کہ جماعت دوگنی ہوگئی ہے۔مگر الفضل کی اشاعت اتنی ہی ہے ۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جماعت نے الفضل کے متعلق اپنی ذمہ داری کو محسوس نہیں کیا۔ مذہب کو قائم رکھنے کے لئے مذہبی روح کی ضرورت ہے۔اور وہ حضرت مسیح موعود کی کتب اور سلسلہ کے لٹریچر سے پیدا ہوسکتی ہے۔احباب اسے پڑھا کریں۔

(روزنامہ الفضل 17 جنوری 1933ء)

سلسلہ کے اخبارات

مجھے افسوس ہے کہ ہماری جماعت کے اخبار پوری طرح ترقی نہیں کر رہے مثلاً الفضل ہے چھ سال سے اس کی تعداد پندرہ سو اور اڑھائی ہزار کے درمیان چلی آتی ہے۔حالانکہ چاہئے یہ تھا کہ جس طرح جماعت بڑھتی ہے اخبار بھی بڑھتا۔مگر جبکہ جماعت دوگنی ہو گئی ہے۔اخبار کی تعداد اتنی ہی ہے۔اس کے معنی یہ ہیں کہ جو دوست اخبار خرید سکتے ہیں۔وہ نہیں خریدتے۔اور وہ جو غریب ہیں۔ وہ مل کر نہیں خریدتے جو افراد الگ الگ نہیں خرید سکتے۔ وہ مل کر خرید لیں۔ اس طرح اخبار کی اشاعت تین چار ہزار تک چند ماہ میں ہوسکتی ہے۔ الفضل کے علاوہ نور اور فاروق ہیں۔شاید کوئی تحریک اتنی ناکام نہ ہوئی ہوگی۔جتنی ان کی اشاعت کے متعلق تحریک ہوئی ہے۔

(الفضل 10 جنوری 1932ء نمبر 82 جلد 19)

الفضل خرید کر مفت تقسیم کریں

پراپیگنڈہ کیلئے جو کمیٹی بنائی گئی ہے اس نے اپنا کام شروع کر دیا ہے مگر جو کچھ وہ تیار کرے اسے لوگوں کے گھروں تک پہنچانا جماعت کا کام ہے مگر جماعت کی توجہ اس طرف کم ہے اگر توجہ کی جاتی تو کئی سو الفضل اور کئی ریویو اور سن رائز کے پرچے جاری کرائے جاسکتے ہیں اور اس طرح بہت اہم کام ہوسکتا ہے فی الحال میں جماعت میں تحریک کرتا ہوں کہ الفضل کے کم از کم دو سو پرچے مفت تقسیم کئے جائیں اور پانچ پانچ سو ریویو اور سن رائز کے۔

اتنی تعداد جماعتوں کے نام بحصہ رسدی لگا دی جائے اور احباب اپنی اپنی جگہ کوشش کریں کہ اتنے پرچوں کی قیمت مفت اشاعت کیلئے جمع ہو جائے۔ میں نے کئی بار اخبارات کی ایجنسیاں قائم کرنے کی طرف بھی توجہ دلائی ہے اگر احباب کوشش کریں تو اس طرح ہزاروں کی تعداد میں پرچے نکل سکتے ہیں۔

(تحریک جدید ایک الٰہی تحریک جلد اول صفحہ 117)

اخبارات کی اشاعت بڑھائی جائے

’’بعض جگہ الفضل کی ایجنسیاں قائم کی گئی تھیں الفضل والے شکایت کرتے ہیں کہ ایجنٹ محنت نہیں کرتے اور بعض ’’الفضل‘‘ کی رقم ادا نہیں کرتے۔ ...... جہاں الفضل کی ایجنسی کا بقایا ہو وہاں کے احباب کو اس کے ادا کرنے کی کوشش کرنی چاہئے اور اخبار کی اشاعت بڑھانی چاہئے۔ الفضل کی اشاعت کم از کم 4, 5ہزار ہونی چاہئے۔ اب 18,17 سو اس کی عام بکری ہے۔‘‘

(خطبات شوریٰ جلد دوم صفحہ 83 مجلس مشاورت 1936ء)

الفضل جماعت کے سپرد کردیا

الفضل میرے ذاتی روپے سے جاری ہوا اور 1920ء تک میں نے اس کو چلا کے اس کی خریداری بڑھائی۔ جب چل گیا اور ایک بڑا اخبار بن گیا تو میں نے مفت بغیر معاوضہ کے وہ انجمن کو تحفہ دے دیا۔ (انوار العلوم جلد 25 صفحہ 341)

اخبارات ورسائل خریدنے کی تحریک

کل کی تقریر میں میں نے الفضل کے متعلق تحریک کرنی تھی کہ الفضل ہمارے سلسلہ کا بڑا اہم آرگن ہے اس کی طرف توجہ کرنی چاہئے لیکن میں بھول گیا ...... دوستوں کو چاہئے کہ الفضل کی اشاعت کی طرف توجہ کریں کیونکہ مرکز کا آرگن اگر پہنچتا رہے تو مرکز سے تعلق قائم رہتا ہے۔ میں نے بتایا تھا کہ آپ لوگوں کو بار بار ربوہ آنا چاہئے۔ آپ یہ تو نہیں کرتے کم سے کم الفضل پڑھ کے ہی آیا کریں اس سے بھی کچھ تعلق ہو جائے گا مگر الفضل کافی نہیں۔ بیشک الفضل خریدیں بھی اور لوگوں کو پڑھوائیں بھی لیکن اس کے علاوہ خود عادت ڈال لیں کہ چاہے کچھ تنگی اٹھانی پڑے، کام کو کچھ تھوڑا بہت نقصان پہنچے پھر بھی بار بار یہاں آتے رہیں اور بغیر میری طبیعت پر بوجھ ڈالنے کے فائدہ اٹھانے کی کوشش کریں۔

(انوار العلوم جلد 25 صفحہ 242)

الفضل سے محبت

الفضل جب میں نے جاری کیا اس وقت یہ پہلے ہفت روزہ تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے مجھے اسے اس طرح چلانے کی توفیق دی کہ باوجود اس کے کہ ہماری سخت مخالفت تھی اور لوگ کہتے تھے یہ نہیں چلے گا۔ ابھی پانچ سات ہفتے ہی گزرے تھے کہ مجھے سندھ سے ایک غیر احمدی کی چٹھی آئی۔ کسی نے اُسے مل کر تحریک کی کہ تم خریدار ہو جاؤ اور وہ خریدار ہوگیا۔ کسی وقت ڈاک میں اس کا اخبار لیٹ ہوگیا تو اس کی مجھے چٹھی آئی کہ میں نوجوان آدمی ہوں، میں نے ’’الفضل‘‘ خریدنا شروع کیا ہے اور مجھے جو اس سے محبت اور پیار ہے اس کا اندازہ آپ اس سے کر سکتے ہیں کہ تین ہفتے ہوئے میری شادی ہوئی ہے اور مجھے اپنی بیوی بہت پیاری ہے۔ مگر اس دفعہ اخبار نہیں پہنچا اور میں یہ سوچ رہا ہوں کہ اگر میری بیوی مر جاتی تو مجھے زیادہ صدمہ ہوتا یا الفضل نہیں پہنچا تو اس سے زیادہ صدمہ ہوا ہے۔ تم اس سے اندازہ لگا سکتے ہو کہ اس قدر اس کو لگاؤ تھا۔ یہ تو ایک عام آدمی تھا۔ کہہ دو گے کہ شاید اس کو زیادہ واقفیت نہیں ہوگی مگر اب ملک کے ایک چوٹی کے آدمی کا واقعہ سن لو۔ ابوالکلام صاحب آزاد انہی دنوں میں قید ہوئے۔ ان کے پاس یہ اخبار جاتا تھا۔ ان کے سیکرٹری کی مجھے چٹھی آئی کہ ابوالکلام صاحب آزاد کو گورنمنٹ نے نظر بند کر دیا ہے۔ ان سے پوچھا گیا کہ ہم آپ کو ایک اخبار کی اجازت دیتے ہیں تو انہوں نے صرف ’’الفضل‘‘ کی اجازت مانگی ہے اور کہا ہے کہ ’’الفضل‘‘ مجھے باقاعدہ ملتا رہے۔ تو اب دیکھو دوسرے لوگوں کے اوپر اس کا کس قدر اثر تھا۔ دوسرے لوگوں پر اس وقت اثر ہوسکتا تھا تو آج بھی ہوسکتا ہے۔ تم اس کو زیادہ عمدہ بنانے کی کوشش کرو گے تو لوگوں میں آپ ہی آپ وہ مقبول ہونا شروع ہو جائے گا۔

(انوار العلوم جلد 25 صفحہ 9)

سلسلہ کے اخبارات

ہمارے سلسلہ کے اخبارات میں سے ہر ایک اپنی اپنی جگہ پر ایک خصوصیت رکھتا ہے لیکن میں دیکھتا ہوں کہ جماعت کے لوگوں میں اخباروں کے پڑھنے کا چرچا اور رواج ذرا کم ہے۔ اس کی وجہ سے جو ان کی شہرت ہونی چاہئے اور جو ان کا فائدہ ہونا چاہئے وہ پوری طرح نہیں پہنچتا۔

سب سے مقدم چیز تو ’’الفضل‘‘ ہے۔ الفضل روزانہ اخبار ہے اور الفضل ہی ایک ایسا اخبار ہے جس کے ذریعہ سے ساری جماعتوں تک آواز پہنچتی ہے۔ لیکن متواتر ہم کو آجکل یہ اطلاعات آ رہی ہیں کہ کئی جماعتیں ایسی ہیں کہ ساری جماعت میں ایک الفضل بھی نہیں پہنچ رہا حالانکہ چھوٹی جماعتیں آپس میں چندہ کر کے اور آپس میں مل کر ایک ایک اخبار خرید سکتی ہیں۔ درحقیقت دو ہی چیزیں ہیں جو قوم کی ترقی پر دلالت کرتی ہیں ایک اخبار اور ایک ریلوے کا سفر یا لاری کا سفر۔ جو قوم سفر زیادہ کرتی ہے وہ ضرور کامیاب ہوتی ہے اور جس قوم میں اخبار زیادہ چلتے ہیں وہ ضرور کامیاب ہوتی ہے۔ کیونکہ اخبار پڑھنے کے یہ معنی ہوتے ہیں کہ اس شخص کی روح نچلی نہیں بیٹھ سکتی۔ اس کے اندر ایک اضطراب پایا جاتا ہے۔ اخبار کیا کرتا ہے؟ وہ ہر روز ہم کو ایک نئی خبر دیتا ہے۔ جس دن اخبار نہیں آتا تو لوگ جس طرح افیون نہیں کھائی ہوئی گھبرائے پھرتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ ہمیں دنیا کے انقلاب کا پتہ نہیں لگتا۔ اور جو شخص انقلاب کی جستجو کرتا ہے درحقیقت اس کے اندر بھی ایک انقلابی مادہ پایا جاتا ہے۔ تو قوم کی ترقی کا اگر کسی شخص نے اندازہ لگانا ہو تو وہ دو چیزیں دیکھ لے کہ وہ قوم کتنا سفر کرتی ہے اور اخبار کے ساتھ اس کو کتنی دلچسپی ہے۔

...... اخبار ایک دلیل ہوتا ہے اس بات کی کہ قوم کے اندر کتنی بیداری ہے، کتنا اضطراب ہے اور انقلاب کی کتنی خواہش ہے۔ اگر کوئی قوم اخباروں کی طرف توجہ نہیں کرتی تو یقیناً وہ اپنی ترقی کی پوری طرح خواہش نہیں رکھتی۔ پس میں جماعت کو توجہ دلاتا ہوں کہ وہ پورے زور سے الفضل کو پھیلانے کی کوشش کریں۔

(سیر روحانی 8۔ انوار العلوم جلد 25 صفحہ 6)

الفضل ہمارا اخبار ہے

میاں اقبال احمد صاحب راجن پور نے مجلس مشاورت 1984ء میں یہ تجویز پیش کی۔

سیدی! میں یہ استدعا کرنا چاہتا تھا کہ الفضل ہمارا اخبار ہے لیکن بعض دوسرے اخبارات نے باہر اپنے نمائندے مقرر کر رکھے ہیں جب پریس کانفرنسیں ہوتی ہیں تو ان کے نمائندے جاتے اور من پسند سوالات کرتے ہیں اگر الفضل اپنے نمائندے مقرر کرے تو انہیں اس موقع پر یہ موقع ہوگا کہ وہ ٹوک سکیں اور کہہ سکیں اور وضاحت طلب کر سکیں ایسا کوئی انتظام الفضل کی طرف سے ہونا چاہئے کہ ہم وہاں جا سکیں اور جا کر یہ کہہ سکیں کہ آپ یہ غلط کر رہے ہیں جب وہ بات سامنے آئے گی تو پریس میں بھی چھپے گی اور ہمارے خلاف غلط فہمیوں کا ازالہ بھی ہوگا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع نے فرمایا:

اس کے متعلق مسعود دہلوی صاحب ایڈیٹر الفضل تشریف لائیں اور وضاحت کریں۔ کوئی ایسا فرق ہے الفضل کی حیثیت میں اور عام اخباروں کی حیثیت میں کہ اس کی وجہ سے اس سہولت سے آپ فائدہ نہیں اٹھا سکتے جس سے باقی نمائندگان اٹھاتے ہیں۔ یہ ان کو بتا دیجئے۔

مسعود احمد خاں صاحب دہلوی نے کہا۔

عرض یہ ہے کہ الفضل جو ہے یہ ایک لحاظ سے ہم اسے جماعت کی نمائندگی میں شائع کرتے ہیں اور اس کے نمائندے بہرحال وہ ہونے چاہئیں جو جماعت کے نقطہ نظر کو اور جماعتی مفاد کو مدنظر رکھیں ہر ایک شخص کو نمائندہ مقرر نہیں کیا جا سکتا۔

حضرت خلیفۃ المسیح نے فرمایا۔

یہ تو ٹھیک ہے لیکن کوئی ایسا نمائندہ مقرر ہوسکتا ہے جو پریس کانفرنسوں میں شامل ہو اور جماعتی مفاد میں اس کا مفید نتیجہ نکلے یہ پوچھنا چاہتے ہیں۔

مسعود احمد صاحب دہلوی نے عرض کیا۔

جی ہاں پھر وہ طریق یہ رہا ہے شروع سے کہ ناظر صاحب اصلاح وارشاد جس کی منظوری دیں اس کو ہم نمائندگی کا حق دیا کرتے ہیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح نے فرمایا۔

نہیں یہ جو بات کہہ رہے ہیں یہ اور ہے ایسے نمائندے نے کبھی بھی ہمارے علم کے مطابق وہ کردار نہیں ادا کیا جو باقی نمائندگان ادا کرتے ہیں اور اس صورتحال سے استفادہ کبھی نہیں کیا کہ اس کو نمائندگی کا حق ہو اور وہ جائے کسی پریس کانفرنس میں اور جماعت کے خلاف جو جھوٹ بولا جا رہا ہے اس کے متعلق ایسے سوال کرے کہ جھوٹا شخص پکڑا جائے وہاں اس کیلئے Embarrassing پوزیشن ہو جائے اور لوگ پھر خوف محسوس کریں کہ یہ الفضل کے نمائندے موقع پر سوال کر کے گویا ان کے جھوٹ کا پول کھول سکتے ہیں یہ بیان کرنا چاہتے ہیں ناں آپ اس صورتحال سے استفادہ نہ کرنے میں اگر پالیسی کے لحاظ سے کوئی حکمت ہے تو اس وقت آپ فی الحال اس بات کو چھوڑ دیں آپ کو قانونی دقت کوئی نہیں۔

مسعود احمد خاں صاحب دہلوی نے کہا نہیں! قانونی دقت کوئی نہیں ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح نے فرمایا۔

باقی جو امور ہیں ان میں جو الفضل کی اس وقت کمیٹی بنائی گئی ہے اس میں یہ معاملہ رکھیں اور وہ پورے غور وخوض کے بعد یہ رپورٹ کرے کہ بغیر کسی احتمال کے اگر استفادہ ہوسکتا ہے تو کس حد تک ہو سکتا ہے۔

(رپورٹ مجلس مشاورت 1984ء صفحہ 185)

الفضل پڑھا کریں

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے خطبہ جمعہ 15/اکتوبر 1971ء میں فرمایا کہ خطبہ جمعہ کے ذریعہ امام کو ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلانے کا موقع ملتا ہے۔ پھر فرمایا:

اب تو خطبہ چھپ جاتا ہے کیونکہ طباعت کا کام بڑی ترقی کر گیا ہے۔ اخبار بھی ہر ایک آدمی تک پہنچ جاتے ہیں یعنی ہر اس آدمی تک جو پڑھنا چاہے۔ تاہم بڑا افسوس ہے کہ جماعت میں بھی بعض ایسے لوگ ہیں جو الفضل کو پڑھتے نہیں۔ ایک نظر تو ڈالا کریں شاید اس میں آپ کی دلچسپی کی کوئی چیز مل جائے اور خصوصاً اللہ تعالیٰ کے جو فضل جماعت پر نازل ہو رہے ہیں ان کو پڑھا کریں، اس کے بغیر آپ شکر نہیں ادا کر سکتے۔ کیونکہ جس شخص کو یہ احساس ہی نہ ہو کہ اللہ تعالیٰ کتنی رحمتیں اور برکتیں اس پر نازل کر رہا ہے وہ اللہ تعالیٰ کا شکر کیسے ادا کرے گا اور احساس کیسے پیدا ہوگا جب تک آپ اپنے علم کو Up to date (اپ ٹو ڈیٹ) نہ کریں یعنی آج تک جو فضل نازل ہوئے ہیں۔ اس کا پورا علم نہ ہو۔

(الفضل 30 نومبر 1971ء)

☆............☆............☆

مرتبہ: ابوسدید

نامور ادیب، شاعر احمدیت اور ایڈیٹر الفضل

محترم شیخ روشن دین تنویر صاحب

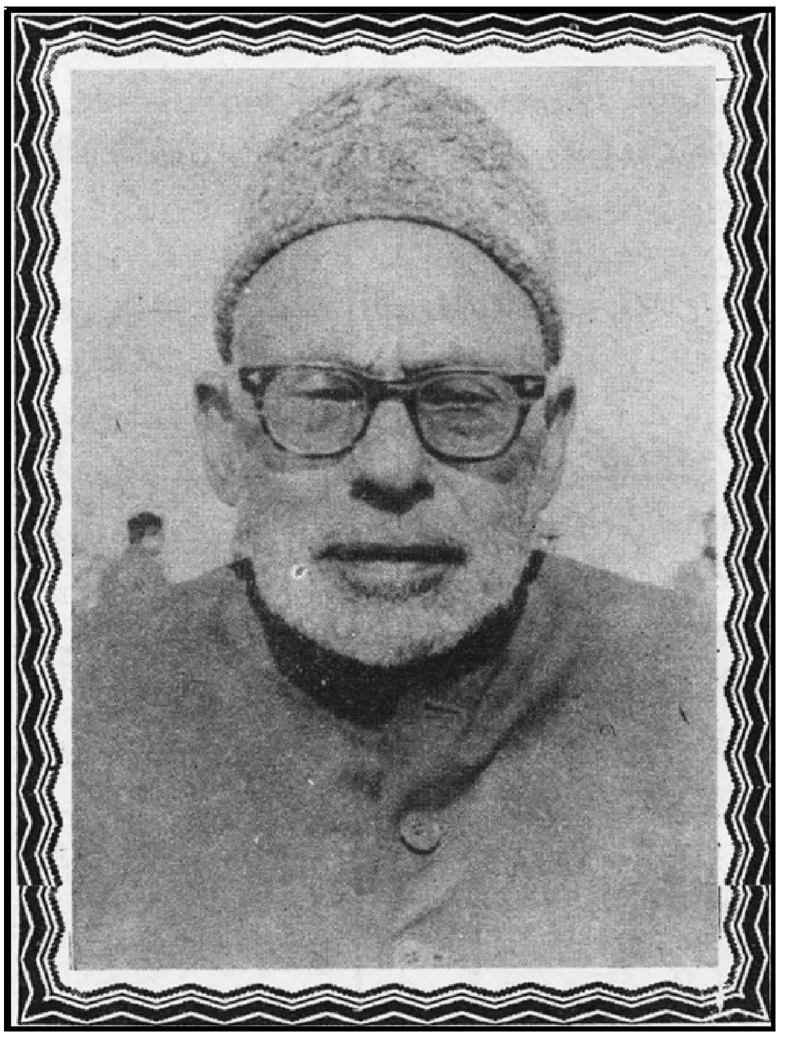

محترم شیخ روشن دین تنویر صاحب

نامور ادیب، باکمال شاعر، بلند پایہ صحافی اور خوش بختی کی ایک مثال، مخلص احمدی اور عالم باعمل ایڈیٹر روزنامہ الفضل محترم شیخ روشن دین تنویر صاحب 20/اپریل 1892ء کو بمقام سیالکوٹ پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم محلّہ سے حاصل کر کے سکاچ مشن ہائی سکول سے میٹرک کیا اور پھر مرے کالج سیالکوٹ سے بی اے کا امتحان پاس کیا۔ آپ کے اساتذہ میں شمس العلماء مولوی سید میر حسن صاحب بھی شامل تھے جن سے علامہ ڈاکٹر اقبال بھی پڑھتے رہے۔ لاء کالج لاہور سے ایل ایل بی کی ڈگری حاصل کی جس کے بعد آپ نے وکالت شروع کی جو 1946ء تک جاری رہی۔ آپ کو شروع سے ہی شعروشاعری سے خاص تعلق رہا۔ آپ بہت بلند علمی ادبی ذوق رکھتے تھے، آپ نے متعدد مضامین لکھے اور آپ کی کئی بہت اعلیٰ پائے کی نظمیں ملک کے مشہور رسائل میں شائع ہوئیں اور بہت پسند کی گئیں۔ 1939ء کے جلسہ سالانہ پر جبکہ خلافت ثانیہ کی 25 سالہ جوبلی بھی منائی گئی تھی، آپ کو قادیان جانے اور جلسہ میں شامل ہونے کا موقع ملا جس سے آپ بہت متاثر ہوئے۔ واپسی پر آپ کو حضرت مصلح موعود کا مشہور لیکچر انقلاب حقیقی مطالعہ کرنے کا شرف حاصل ہوا۔ جس کے نتیجہ میں بالآخر 1940ء میں آپ احمدی ہوگئے۔ آپ نے فروری 1940ء میں عیدالاضحیہ کے دن بیعت کی۔

آپ کا احمدیت قبول کرنا اللہ تعالیٰ کا خاص نشان تھا۔ آپ ادیب اور شاعر تھے پڑھے لکھے طبقات سے تعلق رکھتے تھے۔ علماء وقت سے بھی بات چیت رہتی تھی اور احمدیت کی مخالفت میں ان کے ساتھ مل کر پیش پیش تھے۔ لیکن چونکہ حقیقت کی تلاش میں رہتے تھے اور مخالفت برائے مخالفت کے قائل نہ تھے اس لئے تحقیق کی غرض سے قادیان گئے اور جلسہ سالانہ میں شرکت کی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی راہنمائی فرمائی جس کے نتیجہ میں ان کی زندگی میں عظیم روحانی انقلاب برپا ہوا۔ پھر تو آپ سیالکوٹ میں بیٹھ کر قادیان کے لئے تڑپنے لگے اور الفراق جیسی نظمیں لکھیں ۔

میں ترستا ہوں قادیاں کے لئے
جیسے مرغ اپنے آشیاں کے لئے
یہ زمیں جس کا ذرہ ذرہ ہے
چشمہ زندگی جہاں کے لئے
اے مسیحائے وقت ایک نظر
اپنے تنویر نیم جان کے لئے

قبول احمدیت کے بعد آپ کی زندگی میں ایک عظیم انقلاب پیدا ہوا۔ آپ کا شعروسخن کا فطرتی ذوق خالصتاً احمدیت کے رنگ میں رنگین ہوگیا۔

آپ نے متعدد بلند پایہ مضامین احمدیت کی تائید میں لکھے جو کہ سلسلہ کے رسائل و جرائد میں شائع ہوکر مقبول عام ہوئے۔

حضرت مصلح موعود کی جوہرشناس نظر نے آپ کو جماعت احمدیہ کے آرگن روزنامہ الفضل کی ادارت کے لئے چن لیا۔ آپ اکتوبر 1946ء میں سیالکوٹ سے ہجرت کر کے قادیان آگئے اور بطور ایڈیٹر الفضل خدمات کا آغاز کیا۔ اس اہم اور نازک ذمہ داری کو آپ نے اپریل 1971ء تک (25 برس) متواتر بڑے احسن طریق سے ادا کیا۔ اس دوران بہت مشکل اور نازک وقت جماعت پر آئے لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہر موقع پر کامیابی کے ساتھ خلیفہ وقت کی ہدایات کے مطابق جماعت کی ترجمانی کی توفیق بخشی۔ آپ کی قلم سے متعدد قیمتی اور اہم موضوعات پر اداریے اور مضامین اور اشعار نکلے جنہوں نے چھپنے کے بعد مقبول عام کی سند حاصل کی۔ ادارہ الفضل آپ کی سربراہی میں ترقی کی منازل طے کرتا رہا۔ ہر قدم اور ہر موڑ پر اللہ تعالیٰ نے آپ کی مدد اور نصرت فرمائی۔ دعوت الی اللہ اور جماعت احمدیہ کے عظیم الشان مقاصد آپ کی ادارت میں سرہوئے۔

آپ نے کبھی بھی اپنی ذاتی مصروفیات یا بیماری کو اپنے دفتری فرائض پر حاوی نہیں ہونے دیا۔ بہت پابندی سے دفتر جاتے اور اپنے سب فرائض کو احسن رنگ میں انجام دیتے۔ بعض اوقات ساری رات بہت تکلیف میں جاگتے ہوئے گزرتی لیکن صبح دفتر جانے کے لئے تیار ہوتے۔ الفضل سے کچھ ایسی محبت تھی کہ ذرا سی جدائی بھی برداشت نہ کرتے تھے۔ کہا کرتے تھے کہ میری تو یہ تمنا ہے کہ اس وقت جان نکلے جب میں الفضل کا ایڈیٹوریل لکھ رہا ہوں۔ کام میں کچھ ایسی محویت ہوتی کہ کوئی شور یا کسی کا آنا جانا بھی اس محویت میں مخل نہ ہوسکتا تھا۔

محترم مسعود احمد خان دہلوی صاحب سابق ایڈیٹر روزنامہ الفضل اپنے ایک مضمون (شائع شدہ الفضل 22 فروری 1972ء) میں اپنے استاد محترم روشن دین تنویر صاحب سے پہلی ملاقات اور لکھنے میں محویت کا تذکرہ ان الفاظ میں کرتے ہیں۔

ایک بات جس کا میری طبیعت پر بہت اثر ہے یہ ہے کہ محترم تنویر صاحب جب مضمون لکھتے تھے تو ان پر کامل محویت کا عالم طاری ہوجاتا تھا، اس وقت انہیں دنیا و مافیہا اور اردگرد کی کچھ خبر نہ ہوتی تھی وہ زیرغور موضوع میں ایک دفعہ ڈوب کر پھر ابھرتے تھے اور جب ابھرتے تھے تو صفحہ قرطاس پر لکھے ہوئے مضمون کی شکل میں آبدار موتیوں کا ایک خوشنما گچھا ہاتھ میں ہوتا تھا۔ محترم تنویر صاحب سے پہلی ہی ملاقات میں جب آپ کے اس استغراق کا مشاہدہ کرنے کا موقع ملا تو میں ورطۂ حیرت میں پڑے بغیر نہ رہا۔ الفضل کے نئے ایڈیٹر صاحب سے ملنے کی غرض سے میں لاہور سے قادیان آیا۔ جب میں اجازت لے کر محترم تنویر صاحب کے کمرہ میں داخل ہوا تو آپ اداریہ لکھنے میں مصروف ہی نہیں بلکہ محو تھے۔ مجھے بیٹھنے کا اشارہ کر کے آپ پھر اداریہ لکھنے میں مستغرق ہوگئے۔ عجب پُرلطف منظر تھا آپ لکھتے لکھتے کاغذ سے نظر اٹھاتے اور سامنے دیوار کو اس حال میں گھورنے لگتے کہ منہ کھلا ہوا ہوتا اور چہرہ پر گہری سوچ اور فکر کے آثار نمایاں ہوتے۔ چند لمحے اسی طرح دیوار کو گھورنے کے بعد میز پر سر جھکا کر پھر لکھنا شروع کر دیتے۔ بار بار دیوار کو گھورنے اور وقفہ وقفہ سے سر جھکا کر لکھتے چلے جانے کا منظر میں بیٹھا خاصی دیر تک دیکھتا رہا اس اثناء میں تنویر صاحب بھول چکے تھے کہ کوئی ملاقاتی پاس ہی بیٹھا ہے۔ میں نے محویت اور استغراق کا یہ عالم دیکھ کر بے وقت آنے کی معذرت اور واپس جانے کی اجازت چاہی۔ میری آواز سن کر آپ یکدم چونک پڑے اور فرمایا ذرا ٹھہریں میں ابھی فارغ ہوکر آپ سے بات کرتا ہوں۔ یہ کہنے کے بعد آپ کی نگاہیں پھر سامنے کی دیوار پر مرتکز ہوگئیں اور پھر آپ کہیں کے کہیں جا پہنچے اور میں کرسی پر جام ہوکر رہ گیا۔ میں نے معذرت کے انداز میں جانے کی کئی بار اجازت طلب کرتے ہوئے آپ کو چونکایا۔ لیکن ہر بار یہی جواب پایا کہ ذرا ٹھہریں۔ آخر میں نے یہی اندازہ لگا کر کہ اگر میں بلا اجازت یہاں سے نکل جاؤں تو انہیں میرے جانے کا احساس تک نہ ہوگا میں خاموشی سے اٹھ کر چلا آیا۔ میں دوسرے دن ایسے وقت حاضر خدمت ہوا کہ آپ ایڈیٹوریل لکھنے کے بعد فارغ بیٹھے تھے میں نے اپنا تعارف کرایا تو بہت خوش ہوئے اور فرمایا مجھے تو آپ سے ملنے کا بڑا اشتیاق تھا کیونکہ مجھے بتایا گیا تھا کہ ایک اسسٹنٹ ایڈیٹر آجکل پنجاب یونیورسٹی میں زیرتعلیم ہیں۔ پھر دریافت کیا لاہور سے کب آئے میں نے عرض کیا کل کا آیا ہوا ہوں، کہنے لگے تمہیں تو قادیان آتے ہی دفتر آنا چاہئے تھا۔ میں نے بتایا میں تو کل ہی حاضر ہوا تھا لیکن آپ اداریہ لکھنے میں مصروف تھے۔ فرمایا کوئی صاحب آئے تو تھے لیکن نہ معلوم آپ ہی تھے یا کوئی اور میں نے عرض کیا آیا تو میں ہی تھا لیکن آپ موجود ہونے کے باوجود غائب تھے اس لئے میں بھی غائب ہوگیا آج آپ موجود ہی نہیں بلکہ حاضر بھی ہیں اس لئے میں نے بھی حاضر خدمت ہونے میں کوئی مضائقہ نہیں سمجھا۔ میری اس بات پر بہت محظوظ ہوئے۔ بہت شفقت اور ازراہ ذرہ نوازی احترام سے پیش آئے۔ اس کے بعد شفقت کا یہ سلسلہ عمر بھر جاری رہا۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کو بہت سی خوبیوں سے نوازا تھا۔ بے حد سادہ طبیعت تھی۔ آپ کی بیٹی محترمہ فرحت واکر صاحبہ لندن اپنے ایک مضمون شائع شدہ الفضل لندن 1994ء میں لکھتی ہیں۔ آپ اپنے سب کام خود کرنے میں خوشی محسوس کرتے تھے۔ بہت کم کسی اور کو تکلیف دیتے۔ کھانا، پینا، لباس، رہائش نہایت سادہ تھی۔ اگرچہ بہت اچھے ذوق کے مالک تھے لیکن جو بھی میسر آیا اس پر قانع رہے۔ بے حد خوش اور مطمئن رہتے تھے۔ کبھی کسی چیز کا لالچ نہیں کیا۔ اپنی معمولی تنخواہ کو اپنی ضروریات کے لئے کافی سمجھتے۔ اگر کبھی کسی ذریعہ

قادیان اور ربوہ سے شائع ہونے والے جماعتی اخبارات و رسائل کے پہلے صفحات کا عکس

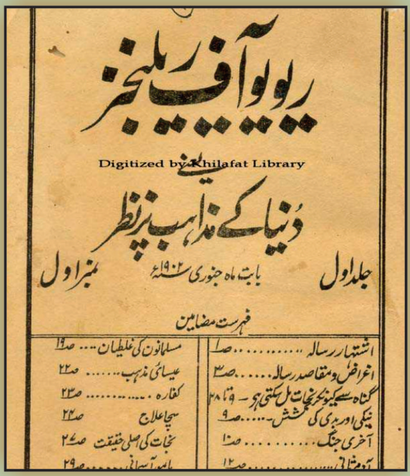

رسالہ ریویو آف ریلیجنز اردو جنوری 1902ء
ایڈیٹر مولوی محمد علی صاحب ایم۔اے

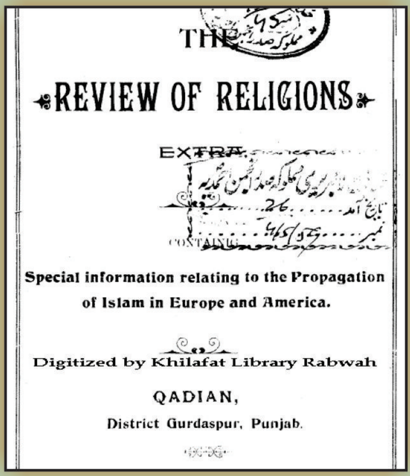

رسالہ ریویو آف ریلیجنز انگریزی جنوری 1902ء
ایڈیٹر مولوی محمد علی صاحب ایم۔اے

ماہنامہ تشحیذ الاذہان یکم مارچ 1906ء
ایڈیٹر حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد

اخبار نور اکتوبر 1909ء
ایڈیٹر حضرت شیخ محمد یوسف صاحب سابق سورن سنگھ

رسالہ احمدی خاتون ستمبر 1912ء
ایڈیٹر حضرت شیخ یعقوب علی صاحب تراب عرفانی الاسدی

اخبار فاروق 7/ اکتوبر 1915ء
ایڈیٹر حضرت میر قاسم علی صاحب

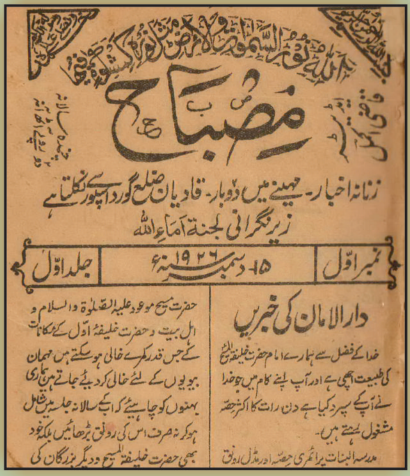

رسالہ مصباح 15 دسمبر 1926ء
ایڈیٹر حضرت قاضی محمد ظہور الدین صاحب اکمل

رسالہ سالار 1931ء
ایڈیٹر حضرت شیخ یعقوب علی صاحب تراب عرفانی الاسدی

رسالہ درویش۔ستمبر 1951ء
ایڈیٹر مولوی مبارک علی صاحب طالب پوری

قیام پاکستان کے بعد رسالہ مصباح کا دوبارہ اجراء۔اپریل 1950ء
مدیرہ امۃ اللہ خورشید صاحبہ بنت حضرت مولانا ابوالعطاء صاحب

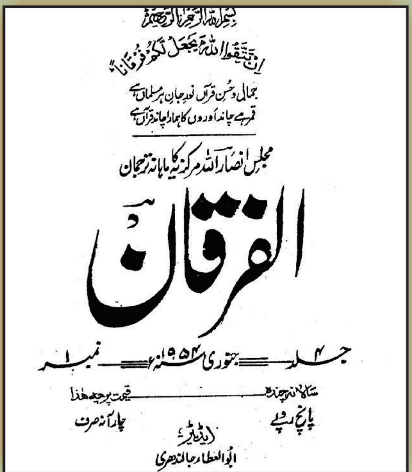

رسالہ الفرقان۔وسط 1951ء
ایڈیٹر مولانا ابوالعطاء صاحب

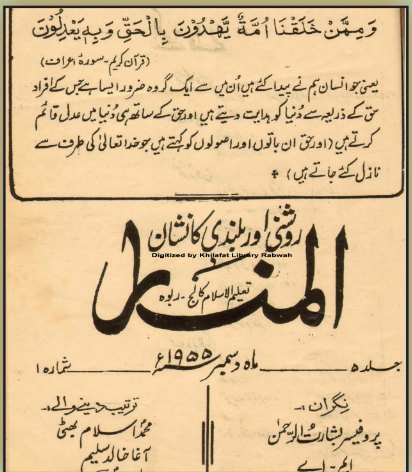

رسالہ المنار کی لاہور کے بعد ربوہ سے اشاعت دسمبر 1955ء
نگران پروفیسر صوفی بشارت الرحمان صاحب

سے خدا تعالیٰ کوئی رقم عطا فرماتا تو فوراً چندہ میں دے دیتے اور کبھی کبھی گھریلو ضروریات کے لئے خرچ نہ کرتے اپنی ضروریات کو نہایت محدود رکھا۔ فضول خرچی کو پسند نہ کرتے۔ اپنا زیادہ تر وقت مطالعہ میں صرف کرتے، خرابی صحت کی وجہ سے زیادہ باہر نہ جاتے لیکن اگر کوئی ملنے کیلئے آتا تو بے حد خوشی کا اظہار کرتے، بہت محبت سے ملتے۔ خوب مہمان نوازی کرتے اور دوبارہ آنے کی تاکید کرتے۔

آپ کی بیٹی مزید لکھتی ہیں۔ فارغ وقت میں باغبانی میں مصروف رہتے بہت محنت کرتے۔ میں اس وقت بھی چشم تصور سے (یہ مضمون روشن دین صاحب کی وفات کے 22 سال بعد لکھا گیا ہے) اپنے گھر کے آنگن میں پھول اور پھلوں کے پودوں کے ساتھ ساتھ مکئی اور دھان کی فصلیں بھی لہلہاتی ہوئی دیکھ سکتی ہوں۔ ابا کو کھانا بنانے کا بھی بہت شوق تھا۔ اگر چہ موقع کم ہی ملتا تھا لیکن جب کبھی مل جاتا تو ہاتھ سے جانے نہ دیتے۔ بہت اچھا کھانا بناتے تھے۔ ابا کو خلافت سے غیر معمولی عشق اور محبت تھی۔ زندگی کے آخری لمحوں تک اس جذبہ سے سرشار رہے۔ خلیفہ وقت کی محبت اور دعاؤں کو اپنا سرمایہ حیات سمجھتے تھے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کی طرف سے کوئی تحفہ ملتا یا خوشنودی کا خط آتا تو چہرہ خوشی سے ٹمٹما اٹھتا۔ کئی کئی دن اس خوشی میں سرشار رہتے۔ میں نے کبھی بھی انہیں اتنا خوش نہیں دیکھا جتنا ایسے موقعوں پر۔ بار بار ہمیں بھی بتایا کرتے کہ دیکھو کتنے خوش نصیب ہیں ہم کہ خلیفہ وقت کی محبت اور دعائیں ملی ہیں۔ انہوں نے ہمیں یاد کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ پر انتہائی توکل تھا۔ کبھی انہیں مایوس نہیں دیکھا ہمیشہ ہر حال میں خوش رہتے اور بے چینی اور گھبراہٹ کا اظہار نہ کرتے تھے۔ دعاؤں پر بہت یقین تھا۔ ایک دفعہ اپنے سارے کلام کو اکٹھا کر کے کہیں رکھ دیا اور بھول گئے۔ جب ضرورت پڑی تو ڈھونڈنے لگے لیکن تلاش بسیار کے باوجود کاغذات نہیں ملے نماز میں نہایت درد دل سے دعا کی۔ نماز ختم کرنے کے بعد سیدھے اس جگہ پہنچے جہاں سب کاغذات اکٹھے رکھے ہوئے تھے اور خدا کا شکر ادا کیا۔ اسی طرح ایک دفعہ میرا بھائی شدید بیمار ہو گیا۔ بچنے کی امید نہیں تھی۔ سخت پریشانی کا عالم تھا۔ ابا نے علیحدہ جا کر نہایت گریہ وزاری سے دعائیں کرنی شروع کیں اور اس وقت تک جاری رکھیں جب تک کہ بھائی کی طبیعت سنبھل نہیں گئی۔ اکثر سچے خواب دیکھتے، ان کی نوٹ بک میں کئی اشعار پر لکھا ہوا ہے الہامی شعر ایک الہامی شعر مندرجہ ذیل ہے۔

چپکے سے موت آئے ہرگز نہ کوئی جانے
آخر بلا لیا ہے مجھ کو مرے خدا نے

ابا کو اپنی زندگی میں بہت سی پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑا لیکن نہایت ہمت سے ان کا مقابلہ کیا، کبھی حوصلہ نہیں ہارا۔ کبھی اپنے دکھ اور کرب کا اظہار نہیں کیا۔ بعض دفعہ دل بہت بے چین ہوتا لیکن اپنی کیفیات پر کچھ اس انداز سے قابو پا لیتے کہ کوئی دل کا حال نہ جان سکتا۔ راتیں اکثر جاگ کر اضطراب اور دعا میں گزارتے مگر صبح کو سب بے چینی اور بیقراری دل کی گہرائیوں میں چھپا کر ایسے پُرسکون ہو جاتے جیسے کسی طوفان سے آشنا ہی نہ ہوں۔

الفضل سے رخصت ملنے کے بعد ان بے چینیوں میں اور بھی اضافہ ہو گیا۔ دفتر سے اگر کوئی ملنے آ جاتا تو جیسے زندگی کی لہر دوڑ جاتی۔

آپ نے ایڈیٹر الفضل مقرر ہونے سے قبل کبھی کسی اخبار میں کام نہ کیا تھا البتہ آپ کی قلم سے بعض معرکہ آراء مضامین ضرور نکلے تھے۔ وہ مضامین ہی الفضل میں آپ کی تقرری کا موجب بنے۔

محترم مسعود احمد خان دہلوی صاحب (مضمون الفضل 20 فروری 1972ء) میں لکھتے ہیں:

آپ کے الفضل میں تقرر سے چند ماہ قبل میں ایک زیر تربیت اسسٹنٹ کی حیثیت سے ادارہ الفضل کے ساتھ منسلک ہو چکا تھا۔ اس طرح مجھے آپ کے زیر تربیت مسلسل پچیس سال تک کام کرنے کی توفیق ملی۔ آپ کی ادب نواز رفاقت کے دوران مجھے تنویر صاحب کو بہت قریب سے دیکھنے اور ان سے بہت کچھ سیکھنے کا موقع ملا۔ جماعت احمدیہ میں شمولیت کے بعد ہزاروں کی تعداد میں ادارتی مقالے لکھ کر اور انتہائی اعلیٰ پایہ کی دینی نظمیں کہہ کہہ کر آپ نے جو گراں بہا قلمی خدمت سرانجام دی وہ جماعت احمدیہ کے مفید لٹریچر میں گرانقدر اضافہ ہے۔ آپ کے رشحات قلم اور منظوم افکار مسلسل پچیس سال تک الفضل کے ذریعہ احباب جماعت کے مطالعہ میں آتے رہے اور وہ ان سے لطف اندوز ہوتے رہے۔ جماعت میں شمولیت سے قبل انہوں نے دنیائے شعر و ادب میں جو مقام حاصل کیا تھا اس سے اکثر احباب کو شاید آگاہی نہ ہو اس لئے میں اس سے متعلق بعض باتیں ذیل میں لکھتا ہوں۔ ان میں سے اکثر میں نے تنویر صاحب سے اور بعض غیر از جماعت ادیبوں سے سنیں۔

محترم تنویر صاحب نے بہت چھوٹی عمر میں شعر کہنے شروع کر دیئے تھے۔ شعر گوئی کا ملکہ قدرت کا ایک عطیہ ہے اور قدرت جسے چاہتی ہے اسے یہ ملکہ عطا کرتی ہے کسی کو زیادہ اور کسی کو کم۔ یہ امر شک و شبہ سے بالا ہے کہ قدرت نے جناب تنویر کو اس کے وافر حصہ سے نوازا تھا۔ عمر میں پختگی کے ساتھ ساتھ آپ کی شاعری میں بھی پختگی آتی چلی گئی۔ یہاں تک کہ اس دور کے معروف ادبی رسائل میں آپ کی نظمیں شائع ہونے لگیں اور وہ وقت بھی بہت جلد آ گیا کہ آپ کا شمار ملک کے بلند پایہ شاعروں میں ہونے لگا 1921ء سے 1940ء تک کے زمانہ میں آپ کا کلام ادبی رسائل بالخصوص ہمایوں، نگار، ادبی دنیا اور نیرنگ خیال میں بکثرت شائع ہوتا رہا اور اسے قبول عام کی سند حاصل ہوئی۔ یہی وہ زمانہ تھا جب آپ آسمان شعر و ادب پر ایک درخشندہ ستارہ بن کر ابھرے اور شاعروں ادیبوں اور ادب سے دلچسپی رکھنے والوں کی توجہ کا مرکز بن گئے۔

شعر گوئی میں آپ کی قدر و منزلت کا اندازہ اس امر سے لگایا جا سکتا ہے کہ جب اس دور کے نامور شاعر جناب میرا جی نے ہم عصر شاعروں کی بلند پایہ نظموں کے انتخاب پر مشتمل ایک مجموعہ ’’اس نظم میں‘‘ کے نام سے کتابی شکل میں مرتب کیا اور اس میں ہر نظم کا تنقیدی تجزیہ کر کے شاعر کی فکری پرواز کی بلندی اور حقائق آفرینی کو اجاگر کیا تو اس میں تنویر صاحب کی دو نظموں بعنوان ’’چاندنی رات‘‘ اور ’’بحضور کائنات‘‘ کو بھی جگہ دی اور ان کے تنقیدی تجزیہ میں تنویر صاحب کی شعر گوئی کی صلاحیتوں کو بہت شاندار طریق پر خراج تحسین پیش کیا۔ اسی طرح علامہ تاجور نجیب آبادی نے ’’تصویر جذبات‘‘ کے نام سے اردو مرکز لائبریری کے ایک خاص سلسلۂ کتب کی ترتیب و اشاعت کا اہتمام فرمایا تو تنویر صاحب کی ایک بلند پایہ نظم اس کی بھی زینت بنی۔ الغرض قبول احمدیت کے بعد آپ کی زندگی میں ایک انقلاب انگیز موڑ آیا جس نے آپ کے دل کی کایا پلٹ کر رکھ دی اور آپ نفس مطمئنہ کی لازوال دولت سے مالا مال نظر آنے لگے۔ آپ کے سنہرے دور کے الفضل کی فائلز اور جلدیں اس امر کی گواہ ہیں کہ آپ نے جذبہ دینی سے سرشار ہو کر ایسی ایسی مسحور کن نظمیں کہیں جو آپ کی اس نئی کیفیت کی آئینہ دار تھیں۔ آپ کی ان نظموں نے نہ صرف آپ کی زندگی میں دین کا درد رکھنے والے دلوں کی گرمایا بلکہ یہ آنے والی نسلوں کو بھی گرماتی اور ان کے دینی ذوق و شوق کو فزوں سے فزوں تر کرتی رہیں گی۔

محترم مسعود احمد خان دہلوی صاحب تنویر صاحب کی کتب کے مطالعہ میں دلچسپی کے حوالے سے رقمطراز ہیں: (الفضل 22 فروری 1972ء)

قیام پاکستان کے بعد ایک دفعہ میں نے آپ سے ذکر کیا کہ اگر چہ آپ کو پہلے کسی اخبار میں کام کرنے کا موقع نہیں ملا پھر بھی آپ میں ایک اعلیٰ صحافی کے اوصاف پائے جاتے ہیں۔ میرے خیال میں صحافت کا ملکہ بھی آپ کو شاعری کی طرح قدرت کی طرف سے ہی ودیعت ہوا ہے۔ آپ نے اس کے جواب میں فرمایا کہ ہر ملکہ قدرت کا ہی عطیہ ہوتا ہے لیکن اس ملکہ کو بروئے کار لانے کے لئے انسان کو کافی ریاضت کرنا پڑتی ہے۔ میں نے مضمون نویسی کے لئے عمداً تو کوئی ریاضت نہیں کی لیکن حالات ایسے پیدا ہوئے کہ مجھے مطالعہ کے شوق کو پورا کرنے کے لئے ایک بہت اعلیٰ درجہ کی لائبریری سے استفادہ کرنے کی غیر معمولی سہولت میسر آ گئی۔ آپ نے مزید فرمایا کہ پنجاب کے مشہور ماہر تعلیم جناب سراج الدین آذر میرے برادر نسبتی تھے وہ بہت قلم دوست واقع ہوئے تھے انہوں نے زر کثیر خرچ کر کے نادر کتابوں کا ایک بہت بڑا ذخیرہ فراہم کیا ہوا تھا ان کی ذاتی لائبریری بہت ہی قیمتی اور نادر کتابوں پر مشتمل تھی اور اس کی شہرت دور دور تک پھیلی ہوئی تھی۔ تعلیم سے فراغت کے بعد میں نے اس لائبریری کی اکثر کتابیں پڑھ ڈالیں۔ اس وقت کا مطالعہ اب مضامین لکھنے میں بہت کام آ رہا ہے۔ آپ نے مجھے بھی نصیحت کی کہ مجھے مطالعہ وسیع کرنے کی کوشش کرنی چاہئے اور نہ صرف ہر مذہب کی بلکہ ہر مضمون کی کتابیں پڑھنی چاہئیں آپ نے انگریزی اور اردو ادب کی کتابیں پڑھنے پر خاص زور دیا۔ چنانچہ آپ کی تحریک پر آپ ہی کی راہنمائی میں میں نے متعدد کتب پڑھیں۔ آپ اس بات پر بہت زور دیتے تھے کہ مطالعہ سے ذہنی افق میں وسعت پیدا ہوتی ہے اور مسائل پر غور کرنے اور نئے نتائج اخذ کرنے کی صلاحیت ترقی کرتی ہے جب تک ذہنی افق میں وسعت پیدا نہ ہو اور غور و فکر کی عادت کو ترقی نہ دی جائے اس وقت تک انسان ٹھوس اور پُرمغز مضامین لکھنے کے قابل نہیں ہوتا، یوں قلم گھسنے کو تو ہر شخص گھس لیتا ہے۔ آپ کی یہ نصیحت میرے بہت کام آئی اور اس کی وجہ سے مضامین لکھنے کی مشق جاری رکھنے میں بہت مدد ملی۔

محترم تنویر صاحب نے اپنے انقلابی دور ادارت میں اپنے زور قلم، وسیع علم اور مطالعہ نیز تجربہ کی بدولت جماعت احمدیہ کی جو قابل قدر خدمات سرانجام دیں وہ تاریخ احمدیت میں ہمیشہ یادگار رہیں گی۔ آپ کے مسحور کن اداریے، احمدیت کے عشق میں ڈوبے ہوئے حسین و جمیل منظوم افکار آپ کی یاد کو کبھی محو نہ ہونے دیں گے۔ آنے والی نسلیں اور مؤرخین جب آپ کے ان اچھوتے مضامین اور پاکیزہ نظموں سے مستفیض ہوں گے تو وہ بھی آپ کی خوش بختی پر محبت و عقیدت کے پھول نچھاور کئے بغیر نہ رہ سکیں گے۔

محترم مسعود دہلوی صاحب لکھتے ہیں: (الفضل 24 فروری 1972ء)

دفتر الفضل کے کارکنان ایک لمبا عرصہ تک آپ کے اوصاف کریمانہ سے براہ راست مستفیض ہوتے رہے۔ محترم تنویر صاحب کا الفضل کے عملہ کے ساتھ سلوک اپنی مثال آپ تھا۔ آپ بحیثیت ایڈیٹر دفتر میں ایک بااختیار افسر تھے لیکن افسری اور ماتحتی کا تصور آپ کے ذہن میں سرے سے تھا ہی نہیں۔ 1955ء کے اوائل میں ربوہ آنے کے بعد سیالکوٹ کے رشتہ داروں اور عزیزوں کے پاس آنے جانے کا سلسلہ تقریباً ختم ہو گیا تھا۔ آپ کارکنان الفضل کو ہی اپنا خاندان تصور کرتے تھے۔ دفتر کے ماحول سے اس قدر مانوس ہو گئے تھے کہ اس سے جدا ہونا آپ کو گوارا ہی نہ تھا۔ دفتر الفضل ہی آپ کا خاندان تھا اور آپ اس کے سربراہ تھے۔ آپ نے اپنے آپ کو افسر کبھی سمجھا ہی نہیں۔ اپنے کام سے فارغ ہونے کے بعد کبھی کاتبوں کے پاس جا بیٹھتے اور کبھی دفتر مینیجر کے کلرکوں کے پاس بیٹھ کر ان سے باتیں کرتے۔ کسی کارکن کو نقصان پہنچانا آپ کی فطرت کے خلاف تھا۔ آپ اسسٹنٹ ایڈیٹرز کے ساتھ ہمیشہ بہت حسن سلوک سے پیش آتے رہے۔ چنانچہ خاکسار (مسعود دہلوی) اور برادرم شیخ خورشید احمد صاحب کے ساتھ ہمیشہ بہت مشفقانہ سلوک روا رکھا اور ہمیشہ پورا اعتماد کیا۔ اکثر کہا کرتے تھے کہ مسعود اور خورشید میرے دو بازو ہیں۔ کبھی کسر نفسی کے طور پر یہ بھی کہہ دیتے اصل ایڈیٹر تو یہ دونوں ہیں میں تو نشان کا ہاتھی ہوں۔

محترم تنویر صاحب کے داماد مکرم محمد احمد حامی صاحب الفضل لندن 9 دسمبر 1994ء میں شائع ہونیوالے اپنے مضمون میں تنویر صاحب کی شاعری کے بارے میں لکھتے ہیں:

احمدی ہونے سے پہلے تنویر صاحب کو اصناف شعر میں سے نظم کے ساتھ شغف تھا اور اس میں بھی مظاہر فطرت کی منظر کشی کیا کرتے تھے۔ انگریزی میں ورڈز ورتھ (Wordsworth) اور اردو میں محمد حسین آزاد کے معترف تھے۔ کبھی کبھی نظیر اکبر آبادی کا کوئی مصرعہ بھی گنگنایا کرتے تھے۔ نثر میں آسکر وائلڈ کے اسلوب کو پسند فرماتے تھے۔ نیاز فتح

پوری کی وسعت مطالعہ اور نثر نگاری کے قائل تھے اور وہ بھی ان سے باقاعدہ خط و کتابت رکھتے تھے۔ سیالکوٹ کے علامہ سید میر حسن کے شاگرد ہونے کے ناطے سید صاحب کے تلامذہ ادیبوں اور شاعروں سے گہرے تعلقات تھے۔ اقبال، فیض، امین حزیں، اثر صہبائی سب نے اپنا اپنا رنگ نکالا تنویر صاحب نے نیچرل شاعری اپنائی اور بہت جلد اس میں اپنا مقام منوایا۔ اس وقت کے ملک کے نامور ادبی جریدے بہت اصرار کے ساتھ ان کا کلام طلب کرتے اور نمایاں کرکے شائع کرتے تھے۔ مخزن، ہمایوں، خیام، ادبی دنیا اور نیرنگ خیال کے صفحات آج بھی ان کی نگارشات سے روشن ہیں۔ مشہور نقاد میراجی نے اپنی مشہور عام کتاب میں تنویر صاحب کو اس عہد کا نمائندہ نظم گو شاعر قرار دے کر ان کی کئی نظمیں شامل کیں اور ان پر تحسین و تعریف کے پھول نچھاور کئے۔ میراجی ایک جگہ لکھتے ہیں کہ تاج محل پر تنویر کی نظم ؎

یہ نورانی دھواں شاعر کے دل میں پیدا ہوتا ہے
یہ مرمر کا جہاں شاعر کے دل میں پیدا ہوتا ہے

اردو ادب کلاسیک میں جگہ پائے گی۔

1988ء میں پنجاب یونیورسٹی نے ایم اے کی ایک طالبہ کو اپنے مقالہ میں تنقید و بحث کے لئے روشن دین تنویر شخصیت اور شاعری کا عنوان لینے کی منظور دی۔ 1990ء میں پنجاب یونیورسٹی کے فاضل اساتذہ کی نگرانی میں جب یہ مقالہ مکمل ہو کر سامنے آیا تو اس میں تنویر صاحب کی مختلف ادوار میں شاعری کے نمونے اور اس کے بارے میں چوٹی کے ماہرین مثلاً ڈاکٹر سید عبداللہ، ڈاکٹر محمد باقر، منصور احمد خان، میراجی سید عابد علی عابد، ڈاکٹر وزیر آغا وغیرہ کی آراء درج ہوئیں اور اس طرح ان کے ادبی مقام کا وہ پہلو سامنے آگیا جو اس سے پہلے منتشر اوراق میں مستور تھا۔ محمد احمد حامی صاحب اپنے مضمون میں مزید لکھتے ہیں ایک تعلیم الاسلام کالج کی بزم اردو کی تقریب میں شرکت کے لئے مولانا صلاح الدین احمد لاہور سے اور پروفیسر اصغر سودائی سرگودھا سے تشریف لائے تھے۔ مولانا صلاح الدین نے بڑی دیر تک غور سے دیکھنے کے بعد تنویر صاحب کو پہچانا۔ پروفیسر سودائی کو ساتھ لے کر ان کے پاس گئے اور بڑے اشتیاق اور محبت سے ہاتھ ملاتے ہوئے کہا: حضرت آپ ادب کے افق سے ایسے غائب ہوئے کہ آپ کے عشاق مشعلیں لے کر آپ کو ڈھونڈ رہے ہیں۔

محترم مسعود دہلوی صاحب لکھتے ہیں: (الفضل 20 فروری 1972ء)

اس بات کا میں خود عینی شاہد ہوں کہ جب تقریباً سترہ سال قبل (1955ء میں) لاہور کی ایک ادبی محفل میں ایک بزرگ ادیب نے ایک بہت معروف نوجوان شاعر کا تعارف جناب تنویر سے کرانا چاہا تو اس نوجوان شاعر نے بڑے نیاز مندانہ انداز میں آپ سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا میں تو حضرت تنویر کا شاگرد ہوں، برسوں پہلے نیرنگ خیال میں آپ ہی کی نظم پڑھ پڑھ کر تو شعر گوئی کی طرف میلان ہوا اور پھر رفتہ رفتہ لگا شعر کہنے اور بالآخر شاعر کہلایا۔ الغرض جماعت احمدیہ میں شمولیت سے قبل 19,18 سال تک دنیائے شعر و ادب میں جناب تنویر کا نام گونجتا رہا۔ قدرت اس تمام عرصہ میں شعری اور ادبی صلاحیتوں کو ابھارتی اور اجاگر کرتی رہی۔ اس لئے نہیں کہ آپ محض کہنہ مشق ادیب اور مشاق شاعر کی حیثیت سے جانے پہچانے جائیں بلکہ اس لئے کہ آپ کی یہ صلاحیتیں اچھی طرح جلا پانے کے بعد اشاعت حق کا ایک مؤثر ذریعہ بنیں اور آپ اپنی پُرجوش دینی نظموں کے باعث شاعر احمدیت کہلائے اور یہ امتیاز آپ کے لئے وجہ افتخار بن گیا۔

اللہ تعالیٰ نے محترم تنویر صاحب کو بعض دل موہ لینے والے خصائل سے نوازا تھا۔ آپ تکلفات سے یکسر مبراء اور نہایت سادہ زندگی بسر کرنیوالے درویش منش انسان تھے۔ پوشش اور رہائش میں رکھ رکھاؤ اور اہتمام و امتیاز کے سرے سے قائل نہ تھے۔ ضروریات زندگی میں سے جو کچھ بلاتردد میسر آجاتا اسی پر قناعت کر لیتے۔ گھر میں دودھ موجود نہ ہونے کی صورت میں محض قہوہ پی لیتے تھے میسر ہونے کی صورت میں گوشت اور مچھلی شوق سے کھاتے تھے۔ اکثر اوقات یہ دونوں چیزیں خود ہی پکانے کو ترجیح دیتے تھے۔ اگر کسی وقت ہاتھ تنگ ہوتا تو سادہ روٹی بھی شیر مال سے کم نہ تھی۔ اگر جیب گرم ہوتی تو گوشت بھوننے اور مچھلی تلنے میں سرگرم نظر آتے اور خوب مزے لے لے کر کھاتے۔

آپ کی ایک بہت بڑی خوبی مصائب اور تکالیف کو کسی قسم کا شکوہ زبان پر لائے بغیر صبر سے برداشت کرنا تھی۔ آپ کو شروع ہی سے بعض صدمات اور تکالیف سے دوچار ہونا پڑا لیکن آپ نے انہیں برداشت کرنے میں صبر اور ہمت و استقامت کا بہت عمدہ نمونہ دکھایا اور اپنی تکلیف کا دوستوں کے ساتھ بھی اظہار نہیں کیا۔

محترم محمد احمد حامی صاحب آپ کی حضرت مسیح موعود سے محبت کے بارے میں لکھتے ہیں: (الفضل لندن 9 دسمبر 1994ء)

ایک سہ پہر کو جب میں تنویر صاحب کے ساتھ ان کے مکان میں بیٹھا تھا۔ منشی احمد حسین صاحب کاتب نے مضمون کی کتابت مکمل کر کے دفتر کی دیوار کے اوپر سے آواز دی کہ تنویر صاحب اس کا عنوان کیا لکھوں؟ انہوں نے کہا ذرا توقف کریں ابھی بھجواتا ہوں۔ اس کے بعد حضرت مسیح موعود کی کتاب ازالہ اوہام اٹھائی کچھ دیر ورق گردانی کی اور ایک پُرزے پر کچھ لکھ کر مجھے ارشاد فرمایا کہ منشی صاحب کو دے آئیں۔ میں واپس آیا تو کہا کہ آج کا مضمون میں نے حضرت اقدس کی تحریر سے انسپائر ہو کر لکھا تھا، سو میں چاہتا تھا کہ اس کی سرخی بھی حضور ہی کے مقدس الفاظ میں ہو۔

ایک وقت جب میں تنویر صاحب کی خدمت میں حاضر تھا تو ایک لڑکا دستی خط لایا۔ کھولا تو اس میں خاندان مسیح موعود سے نسبت رکھنے والے ایک صاحب کی طویل نظم تھی۔ میں پہلے بھی الفضل میں ان کا کلام پڑھ چکا تھا اور بے سبب طوالت، فنی اغلاط اور بے مقصدیت کی وجہ سے کچھ منقبض سا تھا۔ میں نے پوچھا آپ اسے شائع کریں گے؟ میں ہوتا تو انکار کر دیتا۔ دھیمے لہجے میں کہنے لگے، ان کی پہلی نظمیں چھپنے سے قبل میں مصروفیت کے باعث دیکھ نہیں سکا تھا۔ یہ نظم ضرور چھپے گی۔ کوئی سقم ہے تو میں خود دور کر دوں گا۔

خاندان کے افراد بھی تنویر صاحب سے شفقت کا خصوصی سلوک فرماتے ہیں۔ محمد احمد حامی صاحب لکھتے ہیں کہ ایک دن میں خانہ تنویر میں داخل ہوا تو دیکھا کہ آپ بہت خوش ہیں اور خلاف معمول ہاتھ پشت پر باندھے ٹہل رہے ہیں۔ پھر آپ کمرے کے ایک کونے میں گئے اور ایک رکابی میں ایک بڑا قلمی آم اور چاقو لا کر مجھے دیا کہ لو کھاؤ۔ میں نے پوچھا کہ یہ عیاشی کس مد میں ہو رہی ہے چہک کر بولے، آج سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ نے کچھ آم اور پان کی گلوریاں بھجوائی ہیں۔ ساتھ رقعے میں مجھے محترم بھائی صاحب کا اعزاز دیا ہے اور مجھ جیسے مسکین گناہ گار کو دعا کے لئے فرمایا ہے۔ مجھے بتایا کہ حضرت سیدہ اور پیارے خلیفۃ المسیح پہلے بھی اس طرح کبھی کبھی نوازا کرتے ہیں۔ میں نے پوچھا کہ آپ نے بھی کبھی جواباً کوئی تحفہ بھیجا ہے؟ کہا وہ میری اوقات سے خوب واقف ہیں۔ میں ہمیشہ غالب کی بیسنی روٹی ملنے پر شکرگزاری کی طرح ان مقدسوں کی خدمت میں دعائیہ شعر لکھ دیتا ہوں۔ خرما بھی پاتا ہوں اور ثواب بھی ملتا ہے۔

مسلسل 25 سال تک قادیان، لاہور اور ربوہ میں الفضل کی ادارت کے فرائض نہایت خوش اسلوبی سے انجام دینے کے بعد آپ مئی 1971ء کے اوائل میں خرابی صحت کی بناپر ریٹائر ہوئے۔ اس میں ایک سال کا وہ عرصہ بھی شامل ہے کہ جب آپ نے 1953ء میں الفضل کی جبری بندش کے دوران کراچی میں روزنامہ المصلح کے ایڈیٹر کے طور پر خدمات سرانجام دیں۔ اتنی طویل وابستگی کے بعد الفضل اور دفتر الفضل سے جدائی کا شروع شروع میں آپ کی طبیعت پر خاصا اثر تھا۔ کہتے تھے اس میں کوئی شک نہیں میں کافی ضعیف ہو گیا ہوں اور میرے لئے دفتر آنا جانا بھی دوبھر ہے لیکن کارکنان الفضل کے ساتھ اتنی طویل رفاقت کے زیر اثر جی نہیں چاہتا کہ جیتے جی دفتر الفضل سے میرا تعلق منقطع ہو۔ آپ کی شان میں اہل دفتر الفضل کی طرف سے الوداعی تقریب منعقد کی گئی جس میں صدارت کے فرائض محترم مولانا قاضی محمد نذیر صاحب لائلپوری نے انجام دیئے۔ الفضل سے رخصت ملنے کے بعد آپ بہت اداس رہتے ایسے لگتا تھا کہ زندگی کا مقصد ہاتھ سے چھوٹ گیا ہو۔ کچھ عرصہ بعد آپ علیل ہو گئے اور اسی علالت میں اپنی جان جان آفریں کے سپرد کر دی۔ الفضل کے افق پر ربع صدی تک جگمگانے والا یہ ستارہ مورخہ 27 جنوری 1972ء کو ڈوب گیا۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کو دو بیویوں سے ایک بیٹا اور چار بیٹیاں عطا فرمائیں۔ روزنامہ الفضل مورخہ 30 جنوری 1972ء کے صفحہ اول پر جلی عنوان کے ساتھ آپ کی وفات کی تفصیلی خبر شائع ہوئی جس میں آپ کی سیرت و سوانح کو بیان کرتے ہوئے آپ کو زبردست خراج تحسین پیش کیا گیا۔ اس خبر کے آخر پر تعزیت کرتے ہوئے الفضل رقمطراز ہے۔

ادارہ الفضل اس سانحہ پر جو کہ ایک جماعتی صدمہ ہے۔ آپ کی اہلیہ صاحبہ محترم اور آپ کی صاحبزادیوں اور دیگر تمام لواحقین سے دلی ہمدردی اور تعزیت کا اظہار کرتا ہے اور دعا کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ محترم تنویر صاحب مرحوم کو اعلیٰ علیین میں جگہ دے اور جملہ لواحقین کو صبر جمیل کی توفیق بخشے۔ آمین

☆............☆............☆

جماعت احمدیہ اشانٹی گولڈ کوسٹ (غانا)

کے پریس کے اجراء پر حضرت مصلح موعود کا پیغام

جماعت احمدیہ اشانٹی گولڈ کوسٹ نے حضرت مصلح موعود سے درخواست کی تھی کہ وہ ایک پریس جاری کرنے والے ہیں۔ حضور ایک مضمون عنایت فرمائیں۔ تاکہ سب سے پہلے وہ اس پریس میں چھاپا جائے۔ اس درخواست پر حضور نے مندرجہ ذیل مضمون لکھا۔

”برادران جماعت احمدیہ گولڈ کوسٹ! آپ کا خط ملا جس میں آپ نے اپنا پریس جاری کرنے کی اطلاع دی ہے۔ اور مجھ سے خواہش کی ہے کہ سب سے پہلے میں کوئی مضمون اس میں اشاعت کے لئے دوں۔ سو میں سب سے پہلے تو اس پریس کے ذریعہ سے سب احباب جماعت علاقہ گولڈ کوسٹ اور اشانٹی کے احمدیوں کو مرد ہوں یا عورت السلام علیکم کہتا ہوں۔ اور پھر انہیں کہنا چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو صرف اس لئے پیدا کیا ہے کہ وہ اس کا نیک بندہ بنے۔ اور اس کی صفات حسنہ کو اپنے اندر جذب کرے۔ وہ چاہتا ہے۔ کہ اس دنیا کا ہر انسان اللہ تعالیٰ کی طرح اپنے اپنے حلقہ میں رب بھی ہو۔ رحمٰن بھی ہو۔ رحیم بھی ہو اور مالک یوم الدین بھی ہو۔ یعنی وہ اپنے لئے زندگی بسر نہ کرے۔ بلکہ اپنی زندگی کو دوسروں کے فائدہ کے لئے خرچ کرے۔ اور لوگوں کی ترقی کے لئے قربانیاں کرے۔ غریبوں کی امداد کرے مزدوروں سے حسن سلوک گنہگاروں کی اصلاح کے ساتھ ساتھ عفو اور بخشش کا معاملہ بھی کرے۔ پس میں آپ لوگوں کو نصیحت کرتا ہوں کہ اپنے سب کاموں کی بنیاد خدا تعالیٰ کے خوف اور محبت پر رکھیں۔ اور اپنے اندر وہ سب نیکیاں پیدا کرنے کی کوشش کریں۔ جو اللہ تعالیٰ پیدا کرنا چاہتا ہے۔ اور اپنی زندگی کو ایسا مفید بنائیں کہ آپ کے گرد کے سب لوگ آپ میں سے ہر اک کی وفات پر محسوس کریں کہ ہمارا محسن اٹھ گیا اور جب آپ خدا تعالیٰ سے ملیں تو وہ بھی آپ کی اپنی جنت کا وارث بنائے۔“

خاکسار۔ مرزا محمود احمد

(الفضل 23 نومبر 1937ء)

☆............☆............☆

مرتبہ: مکرم ذیشان محمود صاحب

الفضل کیلئے احباب جماعت کے
محبت نامے، تحسین، تسکین، تبصرہ جات

مکرم حمید اللہ ظفر صاحب نیشنل سیکرٹری تحریک جدید جرمنی الفضل کے سو سال مکمل ہونے پر لکھتے ہیں کہ روزنامہ الفضل ربوہ کے سو سال کے کامیاب و کامگار سفر کے مکمل ہونے پر دل کی گہرائیوں سے مبارکباد پیش کرتا ہوں۔

روزنامہ الفضل جس کا اجراء حضرت خلیفۃ المسیح اول کی دعاؤں سے ہوا، رویا میں حضرت خلیفۃ المسیح اول کو اس کا نام بتایا گیا اور حضرت مرزا محمود احمد نے اپنے خون جگر سے اس کی آبیاری کی۔ الفضل کی خوش قسمتی کہ اس کے لئے حضرت اماں جان نے اپنی زمین دیدی۔ حضرت امّ ناصر نے اپنا زیور دے دیا اور پھر مزید برآں کہ اپنی پیاری بیٹی (حضرت سیدہ ناصرہ بیگم ہزار ہزار رحمتیں ہوں آپ پر) کے لئے رکھا ہوا زیور بھی الفضل کو دے دیا۔ حضرت نواب محمد علی نے زمین بھی دی اور نقد رقم بھی فراہم کی۔ اللہ اللہ کن بابرکت ہاتھوں سے الفضل کی تائید کے سامان ہوئے ایسے بابرکت پودے کو کون ختم کر سکتا ہے۔ جبری بندش کے دور آئے۔ کارکنان پر مقدمے بنے دینی اصلاحات کو مٹایا گیا لیکن الفضل نے اپنا سفر پر حکمت طریق پر طے کرتے ہوئے سو سال کی سینچری بنا ڈالی۔

خلفائے احمدیت کی دعائیں اور مدد ہمیشہ الفضل کو میسر رہی اور خلافت کے بابرکت سایہ تلے یہ سفر جاری و ساری ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ مولا کریم الفضل کی عمر اور صحت میں برکت ڈالے اور رہتی دنیا تک یہ احسن رنگ میں اپنے کام کو کرتا چلا جائے۔ آمین

الفضل سے میں نے بہت فیض پایا اس کی تفصیل تو مجھ ایسے عاجز کم علم کے مضمون جوبلی نمبر صفحہ نمبر 166 پر چھپ چکی ہے۔ اللہ تعالیٰ الفضل سے علم حاصل کرنے کی توفیق دیتا چلا جائے۔ آمین مبارک صد مبارک۔ الفضل کے تمام کارکنان کو اللہ اپنے فضلوں سے نوازے اور اسے مفید سے مفید تر بنانے کی توفیق دیتا چلا جائے۔ آمین

مکرم محمد نسیم تبسم صاحب مربی ضلع لاہور تحریر کرتے ہیں۔

U.K جلسہ سالانہ کے موقع پر حافظ احمد جبرائیل سعید صاحب سے ملنے کا موقع ملا تو کلاس فیلوز میں آپ کا بھی ذکر خیر ہوا۔ پھر دو مہینہ قبل فضل الٰہی صاحب مربی سلسلہ کا سانگھڑ سے کراچی تبادلہ ہوا تو ان کے پاس بیٹھے پرانے دوستوں کی یاد تازہ کرتے رہے۔ آپ کی یاد میرے دل میں تو خاص طور پر رہتی ہے اکثر مجھ سے احباب پوچھتے ہیں کہ مربی صاحب آپ وقت کی پابندی بڑی کرتے ہیں تو عموماً میرا یہی جواب ہوتا ہے کہ مجھے یہ اچھی عادت مکرم عبدالسمیع خان صاحب ایڈیٹر روزنامہ الفضل نے ڈالی ہے۔ جزاکم اللہ تعالیٰ احسن الجزاء جس محنت اور لگن اور مستقل مزاجی سے آپ اس مشکل ذمہ داری کو نبھا رہے ہیں میری یہی دعا ہے کہ مولیٰ کریم آپ کو ہمت، طاقت اور صحت دے آمین لاکھوں بلکہ کروڑوں لوگوں تک آپ یہ روشنی پہنچا رہے ہیں اللہ تعالیٰ کے بے شمار فضل اور برکات آپ پر ہوں۔ آمین۔ عاجز کو بھی اپنی خاص دعاؤں میں یاد رکھیں۔ اللہ تعالیٰ میرے حقیر کاموں میں برکت ڈالے اور خاتمہ بالخیر کرے۔ آمین

خاکسار عرض کرتا ہے۔

مورخہ 22 جولائی 2016ء کے خطبہ جمعہ میں حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے واقفین زندگی اور مربیان کو چند نصائح فرمائیں ان میں سے ایک اخبار کے روزانہ مطالعہ کے متعلق تھی۔ حضور انور نے حضرت مسیح موعود کا کسی کی وفات کی خبر پڑھ کر اظہار افسوس کرنے کا ذکر فرمایا۔ اس پر خاکسار کو ایک واقعہ یاد آیا جو کہ ذیل میں درج کرتا ہوں۔

خاکسار کے بڑے بھائی مکرم مصدق مسعود صاحب کی 14 جون 2016ء بمطابق 8 رمضان المبارک کو اچانک وفات ہوئی۔ اس سانحہ ارتحال کا اعلان الفضل 23 جون 2016ء کو روزنامہ الفضل میں شائع ہوا۔ اگلے روز خاکسار کو مکرم لقمان محمد خان صاحب وکیل المال اول تحریک جدید ربوہ کی جانب سے تعزیتی چٹھی محررہ 23 جون 2016ء موصول ہوئی۔ جس میں انہوں نے بذریعہ الفضل وفات کی اطلاع ملنے پر اظہار افسوس کیا تھا۔

اگلے دن میں ان کے دفتر میں ان کا شکریہ ادا کرنے گیا تو انہوں نے اس بات کا تذکرہ فرمایا کہ الفضل سے ہمیشہ دعا کی تحریک ہوتی ہے اور احباب جماعت کے حالات سے واقفیت ہو جاتی ہے۔ انہوں نے بتایا کہ ”میں باقاعدگی سے اعلانات کے صفحہ کا مطالعہ کرتا ہوں۔ اس صفحہ سے احباب کی خوشی غمی میں شامل ہونے کا موقع مل جاتا ہے۔ بیشک ان کو جانتے ہوں یا نہ جانتے ہوں۔ ان کے لئے دعا کرنے کا موقع مل جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ بیماروں کو صحت دے۔ کامیاب ہونے والوں کو اور کامیابی سے نوازے اور بچھڑنے والے کے پسماندگان کو صبر اور حوصلہ عطا فرمائے۔“

اسی طرح الفضل میں شائع شدہ اعلان سے معلوم ہونے کے بعد کئی احباب نے تعزیت کے لئے فون کیا اور گھر بھی تشریف لائے۔

مکرم علی بن رئیس صاحب مربی سلسلہ لائبریری جامعہ احمدیہ ربوہ تحریر کرتے ہیں۔

یکم دسمبر 2016ء کی اخبار میں عرب دنیا کے حوالہ سے مکرم اویس احمد نصیر صاحب کا لم پڑھ کر دل کو بہت فرحت ملی۔ ایک بہت خوبصورت کالم کا اضافہ ہے۔ اخبار میں جہاں خاکسار چند ایک مقامات کو ترجیحاً پڑھتا تھا اس میں یہ کالم بھی ترجیحی مقام حاصل کر گیا ہے۔ جہاں یہ کالم علم میں اضافہ کا باعث ہے وہاں ساتھ کے ساتھ رسول مقبول ﷺ سے محبت میں اضافہ کا سبب بھی بن رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس میں مزید برکت دے۔ آمین

مکرمہ امۃ الباری ناصر صاحبہ لکھتی ہیں۔

الفضل 30 مئی میں خاکسار کی کتاب ”نمی کا عکس“ پر بہت عمدگی سے لکھا ہوا ہے جامع تبصرہ پسند آیا۔

مکرم عبداللطیف صاحب خوشنویس ربوہ

(وفات 3/اپریل 1968ء)

ہجرت 1947ء کے بعد گھل گھوٹیاں جماعت احمدیہ سیالکوٹ کے سیکرٹری مال رہے پھر ربوہ میں آبسے اور الفضل، تشحیذ الاذہان اور الفرقان کی کتابت کی خدمت بجالاتے رہے۔ محلّہ دارالنصر شرقی میں سیکرٹری امور عامہ تھے اور اس عہدہ پر تادم واپسیں کام کرتے رہے۔ نہایت مخلص، کم گو، سلجھی ہوئی طبیعت کے مالک اور منکسر المزاج تھے اور خدمت سلسلہ بجالانے میں راحت محسوس کرتے تھے۔

مرحوم کی نماز جنازہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے مورخہ 4/اپریل 1968ء بعد نماز ظہر پڑھائی۔ بہشتی مقبرہ میں تدفین عمل میں آئی۔

(تاریخ احمدیت جلد 24 صفحہ 709)

مکرمہ حسن آراء منیرہ صاحبہ اہلیہ مکرم میجر منیر احمد صاحب شہید لاہور (وفات 6 نومبر 2016ء) کو قرآن کریم، کتب حضرت مسیح موعود اور اخبار الفضل کے مطالعہ کا بہت شوق تھا۔

مکرم چوہدری عبدالرحیم نذیر صاحب (وفات 21 جولائی 2016ء) کو باقاعدہ تلاوت قرآن کریم اور جماعتی اخبارات و رسائل کا مطالعہ کرنا بہت مرغوب تھا۔

مکرم شیخ ناصر احمد خالد صاحب اپنی اہلیہ مکرمہ نعیمہ ناصر صاحبہ کے بارہ میں لکھتے ہیں۔

اخبار الفضل ربوہ سے شدید محبت اور عقیدت کا ایک واقعہ بیان کرنا چاہتا ہوں۔ 1984ء میں جب جنرل ضیاء الحق کے دور حکومت میں احمدیوں پر ظلم و ستم کا ایک لمبا سلسلہ شروع ہوا۔ تو اخبار الفضل کی اشاعت پر بھی پابندی لگ گئی۔ ایک دن صبح کے وقت جب اخبار الفضل آیا۔ تو اس میں ایک الگ اطلاع نامہ بھی تھا کہ اس پرچہ کے بعد الفضل شائع نہ ہو سکے گا۔ میں نے بلند آواز سے یہ افسوسناک اطلاع پڑھ کر سنائی۔ اس خبر سے مرحومہ کو اس قدر صدمہ ہوا۔ کہ اونچی آواز میں دھاڑیں مار مار کر رونا شروع کر دیا۔ اور بار بار کہتیں کہ ”اب ہم کیا پڑھیں گے۔ اب ہم کیا پڑھیں گے۔“ (اخبار الفضل پر یہ پابندی چار سال تک جاری رہی اور نومبر 1988ء کو پرچہ دوبارہ شائع ہونا شروع ہو گیا۔ الحمد للہ) صبح جب ہاکر اخبار لے کر آتا تو سب سے پہلے الفضل کا مطالعہ کرتیں پھر دوسرے اخبار۔

(الفضل 14 جنوری 2002ء)

عبدالہادی ناصر لکھتے ہیں۔

شام کو سٹڈی ٹائم شروع ہوتا تو میری والدہ سردار بیگم صاحبہ سب بچوں کو لے کر بیٹھ جاتیں۔ نگرانی کرتیں کہ ہم پڑھ رہے ہیں یا نہیں۔ سردیوں کے دنوں میں اکثر پاس بیٹھے سویٹر بنتیں یا پھر کوئی زیر مطالعہ کتاب پڑھ رہی ہوتیں۔ اکثر الفضل میں سے کوئی خاص مضمون سب بچوں کو سناتیں۔

(الفضل 26 نومبر 2014ء صفحہ 6)

مکرم طاہر احمد کاشف صاحب اپنے والد مکرم بشارت احمد صاحب درویش قادیان کے بارے میں تحریر کرتے ہیں۔

آپ اخبار الفضل کا مکمل مطالعہ کیا کرتے اور کوئی بھی حصہ بغیر پڑھے نہ چھوڑتے۔ اسی طرح کتب حضرت مسیح موعود، ملفوظات اور تفسیر کبیر کا مطالعہ آپ کے معمولات میں شامل تھا۔ اور ان کتب میں درج واقعات اور حکایات آپ وقتاً فوقتاً اپنے بچوں اور ملنے جلنے والوں کو سناتے رہتے۔

(روزنامہ الفضل 8 جنوری 2015ء)

مکرم بشیر الدین احمد سامی صاحب حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے ساتھ گزرے کراچی کے چند واقعات روزنامہ الفضل ربوہ 27 ستمبر 1995ء میں یوں بیان کرتے ہیں۔

یہ ان دنوں کی بات ہے جب المصلح روزنامہ اخبار کے طور پر چھپ رہا تھا۔ اس اخبار کی انتظامیہ خدام الاحمدیہ کراچی تھی۔ خدام نے اخبار کو روزنامہ تو بنا دیا لیکن وسائل اتنے محدود تھے کہ اس کی مارکیٹنگ کی کوئی صورت نہ تھی اور مجلس پر اخراجات کا بوجھ بڑھتا جا رہا تھا۔ حضور انور جب ربوہ سے کراچی تشریف لائے تو مکرم مرزا عبدالرحیم بیگ صاحب نے اس سلسلہ میں مشورہ حاصل کرنے کا پروگرام بنایا۔ مکرم چوہدری عبداللہ خان صاحب امیر جماعت، مکرم ملک مبارک احمد صاحب، مکرم چوہدری عبدالمجید صاحب اور خاکسار کو ساتھ لیا اور حاضر خدمت ہو گئے۔ دل میں ڈرتے تھے کہ جس ولولہ سے اخبار کو روزنامہ نیوز پیپر بنایا ہے اس پر پورا اترنا اب مالی وسائل کے لحاظ سے تو ممکن نہیں رہا تھا۔ کس دل گردے سے حضرت صاحب کی خدمت میں عرض کریں گے۔ لیکن جب مکرم مرزا عبدالرحیم بیگ صاحب نے اپنا عندیہ عرض کر دیا تو حضرت صاحب نے فرمایا کہ کس حکیم نے کہا ہے کہ زیر باری قبول کرتے رہو اور اخبار کو چھاپتے رہو۔ بس یہ سننا تھا ہماری جان میں جان آئی اور چند منٹوں میں یہ ملاقات ختم ہوئی۔ حساب کتاب کے جو بستے ہم ساتھ لے گئے تھے اسی طرح بند کے بند لے کر واپس ہوئے۔

مکرم مرزا خلیل احمد قمر صاحب لکھتے ہیں۔

مورخہ 15 اور 16 مارچ 2017ء کی رات

خواب میں دیکھا کہ کوئی خاکسار کو کہتا ہے آپ کی نظم الفضل اخبار میں شائع ہوئی ہے۔ اس پر خاکسار دل میں کہتا ہے کہ شعر تو میں کہتا ہوں مگر اپنے لئے۔ شائع کرنے کے لئے نہیں۔ وہ کیسا ہے الفضل لا کر میں آپ (ایڈیٹر) کو دکھاتا ہوں۔ جس پر میری آنکھ کھل گئی۔

اس کے بارے میں فوری تعبیر جو ذہن میں آئی کہ الفضل کی اشاعت کی راہ میں جو رکاوٹیں ہیں دور ہو جائیں گی اور باقاعدہ اشاعت کا فیصلہ ہوگا۔

مکرم محمد رئیس طاہر صاحب مربی سلسلہ دفتر الفضل لکھتے ہیں۔

مورخہ 5 دسمبر 2016ء کے سی ٹی ڈی کے ریڈ کے بعد روزنامہ الفضل ربوہ شائع نہیں ہو رہا ہے۔ ماہ فروری 2017ء اور ماہ مارچ کے دوران کم از کم 5 افراد نے خاکسار کو الفضل کے دوبارہ شائع ہونے کے متعلق اپنی خوابیں سنائیں کہ دیکھا ہمارے گھر الفضل آیا ہے یا یہ آواز سنی کہ الفضل شائع ہونا شروع ہو گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے جماعت احمدیہ کے اس آرگن کی دوبارہ اشاعت کے دروازے کھول دے۔

مکرم مبارک احمد صاحب امیر ضلع حافظ آباد لکھتے ہیں۔

حال ہی میں ربوہ میں پولیس اور انتظامیہ نے جماعت احمدیہ کے خلاف جو اقدامات کئے ہیں خاکسار اس پر انتہائی افسوس کا اظہار کرتا ہے۔

یہ پابندیاں، گرفتاریاں اور مقدمات جماعت احمدیہ کا کچھ بھی بگاڑ نہیں سکتے۔ یہ قربانیوں کی ایک تاریخ بن رہی ہے جو موجودہ اور آئندہ آنے والے زمانے میں خلافت کے بابرکت سایہ میں ہمارے ایمانوں کو تازہ کرتی رہے گی۔

خدا تعالیٰ محض اپنے فضل و کرم سے ان مصائب پریشانیوں اور مصیبتوں کو دور کرے اور ہر احمدی کو اپنی حفظ و امان میں رکھے۔ آمین

مکرم بشارت محمود طاہر صاحب تحریر کرتے ہیں۔

خاکسار روزنامہ الفضل سے خاص عقیدت رکھتا ہے کیونکہ یہ محبتوں کا اخبار ہے یہ علامتی اخبار نہیں یہ خدا کے فضل سے جاری ہوا اور انشاء اللہ تا قیامت جاری رہے گا۔ خاکسار نے الفضل کیلئے اپنی محبت کا اظہار کیا ہے اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو صحت اور لمبی عمر سے نوازے۔ آمین

مکرم لئیق احمد مشتاق صاحب مربی سلسلہ سرینام جنوبی امریکہ تحریر کرتے ہیں۔

الفضل کا سالانہ نمبر 2016ء ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کرنے کی توفیق ملی۔ ماشاء اللہ، بہت عمدہ، بہت خوب، اللھم زد فزد۔ انتہائی نامساعد اور ناموافق حالات میں بھی آپ علم بلند رکھے ہوئے ہیں۔ بارک اللہ لکم۔ ”صبر و استقامت“ کی حقیقی تعلیم خوبصورت واقعات اور تصاویر سے مزین سالانہ نمبر جماعت کے علمی و ادبی ورثے میں ایک قابل قدر اضافہ ہے۔ تخت مہدی کے وارث کا رخ روشن ان صفحات کی زینت کو چار چاند لگا رہا ہے۔ الفضل سے ہمارا اٹوٹ رشتہ ہے اور اس کی عدم دستیابی بہت بے قرار کرتی ہے۔ لیکن ظلمت و جور کا یہ دور ختم ہونے والا ہے، اور انشاء اللہ تعالیٰ وہ وقت جلد آئے گا جب ہم پھر خوشی خوشی ایک دوسرے سے کہیں گے ”دیکھو میرے دوستو! اخبار شائع ہو گیا۔“

مولا کریم آپ سب کو اپنی حفظ و امان میں رکھے، صبر و استقامت کے ساتھ اس عظیم خدمت کو سرانجام دینے کی توفیق عطا فرماتا رہے۔ اور اسیران کی جلد باعزت رہائی کے سامان پیدا فرمائے۔ آمین

مکرم عبدالرشید احمد صاحب ونگ کمانڈر (ر) ربوہ تحریر کرتے ہیں۔

مورخہ 18 جون 2014ء کے الفضل میں حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا سرورق نوٹ اور دوسرے احباب کے ذاتی تجربات اور تعریفی کلمات پڑھے۔ آپ اور آپ کا عملہ سو فیصدی ان جذبات کے لائق ہے اور خدا تعالیٰ اس میں مزید برکت دے۔ آمین

مکرم روحان اے طاہر صاحب لکھتے ہیں۔

روزنامہ الفضل ہر فرد جماعت کی باہمی محبت کی ایک زندہ اور جاوید مثال ہے۔ خاکسار بطور مصنف بھی الفضل کا مشکور ہے کہ خاکسار کی کتاب ”محبت امن“ پر تبصرہ شائع کیا۔ خدا تعالیٰ اخبار الفضل کو ہمیشہ ناگہانی آفات سے محفوظ رکھے۔ آمین

مکرم حافظ محمد انیق احمد صاحب مغل پورہ لاہور تحریر کرتے ہیں۔

الفضل تعلیم و تربیت کا بہترین ذریعہ ہے۔ خاکسار نے الفضل سے بہت کچھ سیکھا۔ الفضل کے پہلے صفحہ پر قرآنی آیت کا ترجمہ پڑھنے اور بہت سی احادیث کا مطالعہ کرنے سے دینی علم میں بہت اضافہ ہوا۔ ارشادات عالیہ حضرت بانی سلسلہ سے مطالعہ کتب حضرت مسیح موعود کا شوق بیدار ہوا۔ اس مسیح آخری الزمان حضرت مسیح موعود کی معرکۃ الآراء تحریرات پڑھنے کا موقع ملتا ہے جو کبھی آپ کی کتب سے ہوتی ہیں۔ کبھی ملفوظات میں سے۔ روزنامہ الفضل نے رسول کریمؐ کی سیرت کو انتہائی احسن رنگ سے بیان کیا۔ خاکسار نے سیرت رسول اللہؐ اور اسوہ حسنہ کو سمجھنے اور اس پر عمل پیرا ہونے کے لئے الفضل سے بھرپور استفادہ کیا۔ علاوہ ازیں حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے خطبہ جمعہ کا خلاصہ اور تفصیل سے پڑھنے اور سمجھنے کا موقع ملا۔ الفضل میں میرا پسندیدہ مضمون حضرت صاحب کے دورہ جات کی تفصیل ہوتی ہے۔ اس میں حضرت صاحب کے ایمان افروز واقعات، ملاقاتوں کے دلچسپ واقعات، بیوت الذکر کے سنگ بنیاد اور افتتاح کی تقریبات کے واقعات اور جماعتی ترقی کے غیر معمولی واقعات پڑھ کر دلی مسرت ہوتی ہے۔ الفضل کے مختلف مضامین علم میں اضافہ کا باعث بنتے ہیں۔ الفضل میں ایم۔ ٹی۔ اے کے اہم پروگراموں کا ٹائم ٹیبل آتا ہے جو پاکستانی وقت کے مطابق ہوتا ہے اس سے بہت سے اہم پروگرامز جیسا کہ حضور انور کی کلاسز، نشر مکرر خطبہ جمعہ، فقہی مسائل اور راہ ہدیٰ جیسے پروگرام کی یاددہانی رہتی ہے۔ اس کے علاوہ دنیا بھر کی دلچسپ و عجیب خبریں خاکسار کی دلچسپی کا باعث ہیں۔ الغرض روزنامہ الفضل دینی علوم کا خزانہ ہے اور جماعتی تعلیم و تربیت کا بہترین ذریعہ ہے۔

مکرم سعود رفاقت صاحب مربی سلسلہ نظارت امور عامہ تحریر کرتے ہیں۔

الفضل کا مطالعہ میرے ابا مکرم عبدالمالک صاحب (ماڈرن ٹیلرز) کی زندگی کے معمولات کا لازمی جزو تھا۔ انہیں دیکھ دیکھ کر ہی مجھے بھی چھوٹی عمر سے ہی الفضل کا مطالعہ کرنے کی عادت بن گئی۔ الفضل کا حرف حرف ایسا ہے کہ حرز جان بنایا جائے اور جسے بار بار پڑھ کر حظ اٹھایا جائے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ جلد اس محرومی کو دور کر دے اور ہمیں اس روحانی نعمت سے متمتع کرے۔ آمین

☆......☆......☆......☆

میری زندگی میں الفضل کا کردار

مری زندگی کو سنوارا ہے اس نے
میرے ذہن و دل کو نکھارا ہے اس نے
مجھے نیکیوں پہ ابھارا ہے اس نے
خمار جہالت اُتارا ہے اس نے
بہت مجھ پہ احسان الفضل کا ہے
یہ آتا ہے ہر صبح جب میرے آنگن
لئے علم اور معرفت کا یہ مخزن
تو ہوتا ہے دل اس سے مسرور میرا
کہ ہو جائے ہر لمحہ پرنور میرا
بہت فیض اسی سے اٹھائے ہیں میں نے
کہ اسرار ہستی کے پائے ہیں میں نے
ہیں پُر از فوائد مضامین اس کے
بہت دل کو بھائیں عناوین اس کے
صداقت کی شمعیں براہین اس کے
بہت دیر سے ہے رہا ساتھ اس کا
ہے مجھ کو بنانے میں بھی ہاتھ اس کا
بہت مجھ پہ احسان الفضل کا ہے
حدیث نبیؐ وہ مسیحا کی باتیں
بنائیں جو پر نور دن اور راتیں
خلافت سے گہری ارادت کی باتیں
وفا اور عقیدت محبت کی باتیں
جماعت کی باہم اخوت کی باتیں
جو کی شاعروں نے طبع آزمائی
ان اشعار سے اس نے محفل سجائی
رکھے نیکیوں پر یہ سوچوں کا دھارا
ہے تیرہ شبی میں یہ روشن ستارا
بہت مجھ پہ احسان الفضل کا ہے

ا۔رشید بدر

لاہور اور ربوہ سے شائع ہونے والے جماعتی اخبارات و رسائل کے پہلے صفحات کا عکس

روزنامہ الفضل لاہور
ایڈیٹر مولانا روشن دین تنویر صاحب

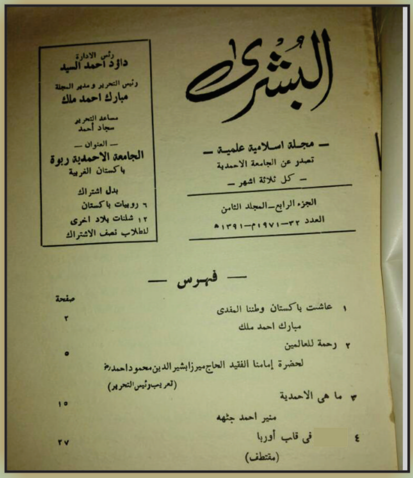

البشریٰ عربی اکتوبر 1957ء
ایڈیٹر مولانا ابوالعطاء صاحب

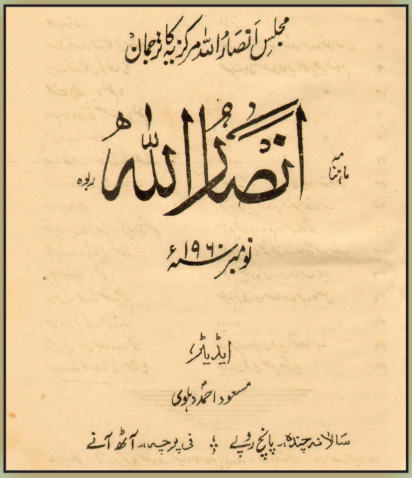

رسالہ انصار اللہ نومبر 1960ء
ایڈیٹر مسعود احمد صاحب دہلوی

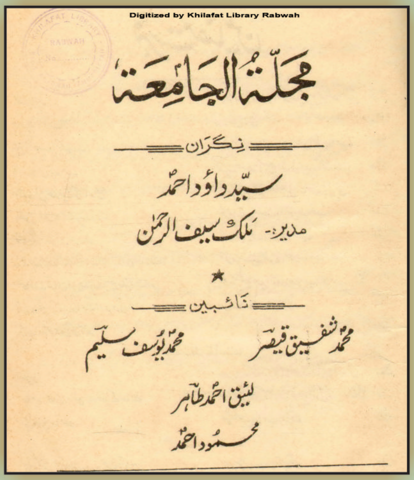

مجلۃ الجامعہ جنوری 1964ء
ایڈیٹر ملک سیف الرحمان صاحب مفتی سلسلہ

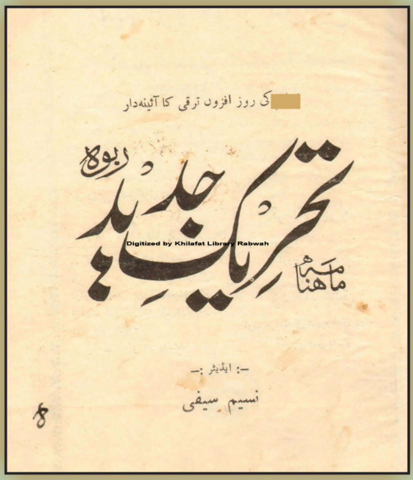

رسالہ تحریک جدید اگست 1965ء
ایڈیٹر مولانا نسیم سیفی صاحب

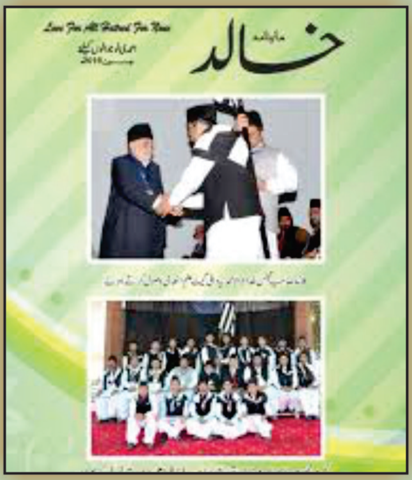

رسالہ خالد آغاز اکتوبر 1952ء
ایڈیٹر مولانا غلام باری سیف صاحب

رسالہ تشحیذ الاذہان آغاز جون 1957ء
ایڈیٹر مولانا ابوالعطاء صاحب

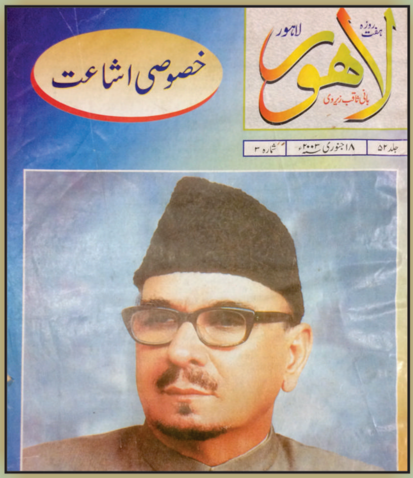

ہفت روزہ لاہور
بانی ایڈیٹر محترم ثاقب زیروی صاحب

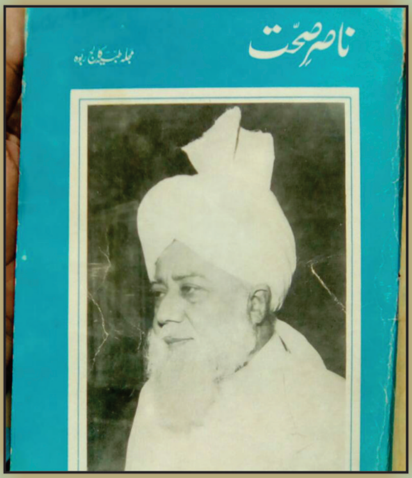

ناصر صحت۔ مجلّہ طبیہ کالج ربوہ

آٹھ دس اخبار بھی جاری ہیں واں ہیں وہی تو ارمغان قادیاں
ریویو، تشحیذ، الفضل و حکم درحقیقت ہیں زبانِ قادیاں
نور و فاروق و اَتالیق و رَفیق یہ بھی ہیں سب مخزنِ قادیاں

حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل

مکرم فخر الحق شمس صاحب

روزنامہ المتکلم لاہور کی تاریخ

روزنامہ الفضل کے قائمقام اخبار کے طور پر روزنامہ المتکلم کولاہور سے ڈیکلریشن حاصل کر کے جاری کیا گیا۔ اس کی جملہ قانونی کارروائی کے مراحل اور رجسٹریشن حاصل کرنے کا سہرا محترم سید یوسف سہیل شوق صاحب (اس وقت نائب ایڈیٹر الفضل) اور محترم آغا سیف اللہ صاحب مینیجر الفضل کے سر ہے۔ ایک نیا اخبار جاری کرنا خاص طور پر روزنامہ اخبار کا بیسیوں کاغذات پر مشتمل فائل مکمل کر کے اور قانونی تقاضے پورے کرتے ہوئے ڈیکلریشن حاصل کرنا کوئی آسان کام نہیں تھا۔ اس کے ساتھ ہی ہفت روزہ سیر روحانی لاہور کا ڈیکلریشن بھی حاصل کیا گیا۔ جو سالہا سال تک جاری رہا۔

روزنامہ المتکلم لاہور کا ڈیکلریشن مورخہ 8 جنوری 1991ء کو پریس لاز برانچ سول سیکرٹریٹ حکومت پنجاب لاہور سے حاصل کیا گیا۔

اس اخبار کے پبلشر مکرم چوہدری سلیم احمد صاحب ناصر ایڈووکیٹ ماڈل ٹاؤن لاہور مقرر ہوئے تھے۔ پہلے اس کے پرنٹر مکرم طارق محمود پانی پتی صاحب، بلیک اریو پرنٹرز لوئر مال لاہور تھے۔ بعد میں بوجوہ مکرم سید عبدالحی شاہ صاحب صدر بورڈ الفضل کی منظوری سے مکرم محمد محسن صاحب لاہور آرٹ پریس نیو انارکلی لاہور کو المتکلم کا پرنٹر بنا دیا گیا اور DCO لاہور سے منظوری بھی لی گئی۔ یہ ہمارے بزرگ دوست بہت اخلاص سے ایک عرصہ تک المتکلم کو چھاپتے رہے۔

مورخہ 22 اکتوبر 2005ء تک اس کی مہینہ میں 16 عدد ڈمیاں چھپتی رہیں اور پریس لاز برانچ سول سیکرٹریٹ لاہور میں جمع کرائی جاتی رہیں۔

24 اکتوبر 2005ء سے اس کی باقاعدہ روزانہ اشاعت شروع ہوگئی۔ محترم سید عبدالحی شاہ صاحب صدر بورڈ الفضل نے خاکسار کو اس کا ایڈیٹر مقرر فرمایا۔

نمائندہ الفضل لاہور آرٹ پریس سے چھپا ہوا المتکلم لے کر فولڈ کرتے اور پوسٹ آفس ریلوے سٹیشن لاہور سے ڈاک کے ذریعہ ربوہ سمیت مختلف شہروں میں ترسیل کرا دیتے۔

پریس سے چھپا ہوا اخبار اٹھا کر پتہ جات کی چٹیں لگاتے اور پوسٹ آفس پوسٹ کر کے آتے اور بقیہ اخبار دفتر الفضل ربوہ بھیج دیتے تھے۔

مینیجر روزنامہ الفضل ہی اس اخبار کے بھی مینیجر تھے جو اس کی ترسیل، چھپائی اور مالی امور کی نگرانی کرتے تھے۔ نیز انہی کے ذریعہ پریس لاز برانچ میں ساتھ ساتھ اس کی کاپیاں بھجواتے رہے۔

مالی امور تقریباً الفضل کے بجٹ سے ہی پورے کئے جاتے ہیں۔ تاہم ایک اشتہار روزانہ شائع کر کے کچھ مالی بوجھ کم کیا جاتا۔

جب سے روزنامہ المتکلم کو باقاعدہ شائع

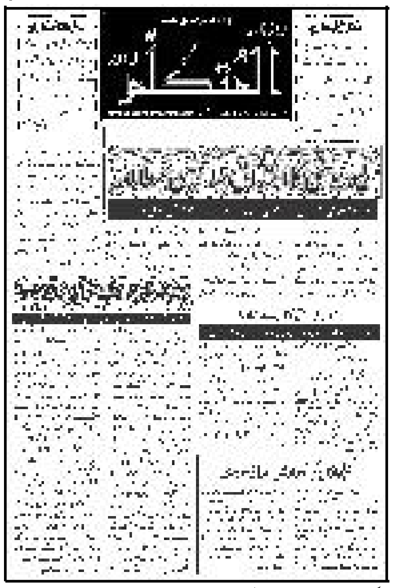

کرنا شروع کیا گیا تو ساتھ ہی PMG P.O LHR سے اس کی ڈاک کے ذریعہ ترسیل کی رجسٹریشن بھی کرا لی گئی۔ یہ ہر سال Renew کرائی جاتی تھی۔

2005ء میں اس کی اشاعت کی تعداد 200 سے زائد تھی۔ کچھ ڈاک کے ذریعہ اور کچھ ربوہ میں تقسیم کیا جاتا رہا۔

اس کا سائز الفضل والا ہی تھا یعنی 20x30/4 دو ورقے یعنی چار صفحے شائع کئے جاتے تھے۔ کاغذ نیوز پرنٹ 56 گرام استعمال کیا جاتا تھا۔

پہلے صفحہ پر خبریں اور اندرونی صفحات پر مذہبی موضوعات اور دلچسپ معلومات پر مشتمل مضامین اور نظمیں وغیرہ دی جاتی تھیں۔

کمپوزر شام کے وقت کمپوز کرتا تھا اور پروف ریڈنگ کی جاتی تھی۔ پیسٹنگ کے بعد ہفتہ بھر کی پیسٹ شدہ ایڈوانس کاپیاں بذریعہ ڈاک لاہور نمائندہ کو بھجوا دی جاتیں جو پریس سے چھپوا کر ترسیل کرتا تھا۔ کوشش کی جاتی کہ تازہ مواد شامل کیا جائے۔

پہلے صفحہ پر سائنس، جدید ٹیکنالوجی اور مختلف تحقیقی خبریں خوبصورت ڈیزائن کر کے سرخیوں کے ساتھ مزین کی جاتی تھیں اندر کے صفحات میں جماعتی موضوعات پر کوئی مضمون نہیں دیا جاتا بلکہ صرف عام مذہبی مضامین ہی ہوتے تھے۔ مثلاً سیرت آنحضرتؐ، اسلامی تاریخ وغیرہ

جو اشتہار دیا جاتا وہ بھی صرف لاہور سے تعلق رکھتا تھا۔ ربوہ یا کسی اور شہر کے اشتہار نہیں دیئے جاتے۔ تازہ بتازہ دلچسپ سائنسی و معلوماتی خبریں آرٹیکلز اور متنوع مضامین کی وجہ سے المتکلم خاص رنگ رکھتا تھا۔

بعض قانونی پیچیدگیوں، لاہور کے پرنٹنگ کے مخدوش جماعتی حالات میں اس روزنامہ کو جاری نہ رکھا جاسکا۔ الفضل بورڈ کے فیصلہ کے مطابق اس کو فروری 2015ء میں بند کرنا پڑا۔ اس طرح تقریباً ربع صدی تک یہ اخبار جاری رہا۔

مکرم چوہدری عبدالعزیز ڈوگر صاحب

تقسیم ملک۔ واقفین اور روزنامہ الفضل کی تقسیم

تقسیم ملک کے بعد وکالت دیوان کی طرف سے اطلاع ملی کہ تم نے وقف کیا تھا۔ اب دفتر وکالت دیوان میں رپورٹ کرو۔ خاکسار لاہور میں جو پہلا جلسہ سالانہ دسمبر 1947ء میں ہوا۔ اس میں شرکت کرنے اور دفتر میں حاضری کیلئے حاضر ہوا۔ محترم مولوی عبدالرحمٰن صاحب انور، وکیل الدیوان تھے۔ انہوں نے کئی ایک واقفین کو دفتری کاموں کے لئے لگا رکھا تھا۔ میرے ذمہ جو کتب اور لٹریچر قادیان سے لایا جاسکا اس کے بکس کھولنا اور کتب کو سٹور میں رکھنا تھا۔ اس وقت دفتر جودھامل بلڈنگ (جسونت بلڈنگ) میں بنائے گئے تھے اور حضور کی رہائش رتن باغ میں تھی۔ اس وقت ایک عجیب حالت تھی۔ ساری جماعت کی آبادکاری، رہنمائی، دلجوئی حضور کی سب سے بڑی فکر تھی۔ قادیان کی جدائی، مرکز کی حفاظت، درویشوں کی طرف سے پریشانی، انتہائی مظالم ہندوستان میں مسلمانوں پر ہو رہے تھے یا ہو چکے تھے۔ قادیان کے درویش قیدی تھے جنہیں کوئی سہولت نہ تھی۔

ان کی دیکھ بھال اور ضروریات کو پورا کرنا یہ ایک بہت بڑا کام تھا۔ رتن باغ کے اندر کھلے میدان میں پناہ گزینوں کا کیمپ لگا تھا۔ ان کی خوراک کا انتظام لنگر کی صورت میں ہو رہا تھا۔ اپنے کنبہ کے افراد کو ایسی حالت میں سنبھالنا ہی بہت بڑی بات تھی۔ اتنی بڑی جماعت کی تکالیف کو دور کرنا اور رہنمائی کرنا ہر وقت فکر و غم کے حالات سے گزر رہے تھے۔ مگر یہ فتح نصیب جرنیل اور اولوالعزم خلیفہ پاکستان بھر کے احمدیوں کی بحالی اور ہندوستان کے احمدیوں کی فکر میں دن رات کام کر رہا تھا۔ اس وقت کے حالات میں آرام کے لئے وقت ہی نہیں تھا۔ ایک خاصی تعداد واقفین کی ہدایات کی منتظر تھی۔ مکرم وکیل الدیوان صاحب نے حضور کی خدمت میں لکھا کہ ان واقفین کے متعلق حضور کا ارشاد کیا ہے۔ حضور نے انہیں لکھا کہ **ان سے الفضل اخبار فروخت کرواؤ اور چنے فروخت کرواؤ۔** اور ہمیں اس ارشاد کی تعمیل کے لئے حکم ملا۔ مندرجہ ذیل واقفین کا گروپ اخبار الفضل کی فروخت کے لئے تجویز ہوا۔ مکرم مولانا عطاء اللہ صاحب کلیم، مکرم مولوی محمد شریف صاحب، مکرم مولوی سلطان احمد صاحب پیرکوٹی، خاکسار عبدالعزیز، دسمبر جنوری کی سردی، پاؤں میں جراب جوتی وغیرہ میسر نہیں۔ گرم کوٹ وغیرہ بھی کبھی میسر نہیں ہوتا تھا۔ **صبح چار بجے فجر سے قبل زمیندار پریس جا کر اخبار الفضل لینا اور اپنے اپنے حلقہ میں فروخت کے لئے جانا۔** یہ کام **تقریباً ایک ماہ تک جاری رہا۔**

اسی دوران حضور کی خدمت میں یہ اطلاع ہوگئی کہ واقفین سے اخبار اور چنے فروخت کروائے جا رہے ہیں۔ تب حضور نے مکرم وکیل الدیوان صاحب کو ارشاد فرمایا میں نے واقفین کو اس غرض سے تعلیم نہیں دلوائی کہ آپ اس طرح کے کام ان سے لیں۔ آپ کو میرے جواب سے یہ سمجھ لینا چاہئے تھا کہ میں نے جو لکھا تھا اس وقت یہ مطلب ہرگز نہیں تھا۔ میں نے تو تمہاری چٹھی پر جواب دیا تھا۔ اب کیا ہوسکتا ہے۔ تمہیں خود سمجھ لینا چاہئے تھا۔ چنے اور اخبار فروخت کرنا مقصد نہیں تھا۔ بطور ناراضگی یہ تحریر تھا کہ اگر کام نہیں ہے تو پھر ان سے چنے فروخت کراؤ اور اخبار فروخت کراؤ۔ غرض ہم نے تو اس ارشاد پر لبیک کہا۔ اس خدمت کو بھی عار نہ سمجھا اور تعمیل ارشاد میں یہ کام بھی کیا۔ **اس ڈیوٹی کے دوران ایک دفعہ موچی دروازہ کے باہر خوب گالیاں اور تھپڑ بھی کھانے پڑے کہ تم اخبار اخبار کی آوازیں لگا کر یہ مرزائی لٹریچر تقسیم کر رہے ہو۔ دوسری دفعہ پرانی انارکلی میں بھی خوب مرمت ہوئی** مگر وہ دن چڑھتی جوانی کے تھے۔ اتنی عقل و سمجھ نہیں تھی کہ گالیاں سنو، ماریں کھاؤ اور صبر کرو۔ دل ناتواں بھی خوب مقابلہ کرتا رہا۔ حضور کے اظہار ناراضگی پر ہمیں اس خدمت سے فارغ کر دیا گیا۔ بلکہ چنے فروخت کرنے والوں کو بھی روک دیا گیا۔

ہمیں اس کی جزا کیا ملی

محترم مولانا عطاء اللہ کلیم صاحب امیر جماعت مغربی افریقہ گھانا، امیر جماعت امریکہ فلسطین اور امیر جماعت جرمنی، پرنسپل جامعہ احمدیہ ربوہ اور انچارج مربیان کے اعزاز سے نوازے گئے۔ مکرم مولوی سلطان احمد صاحب پیرکوٹی، حضرت مصلح موعود کے زود نویس مقرر ہوئے اور حضور کی زندگی میں مکرم محترم مولانا محمد یعقوب صاحب کے اسسٹنٹ بن کر بڑی بڑی ذمہ داریاں ادا کرنے کی سعادت ملی پھر الفضل سے منسلک ہو گئے اور یہ عاجز شاہی طبیب کا درجہ پا گیا۔ حضور کی تمام ادویات جو طب یونانی سے تعلق رکھتی تھیں اس کی تیاری اور حضور کی خدمت میں پیش کرنے کی سولہ سال تک سعادت میسر آئی۔

(یادحبیب حضرت مصلح موعود بزبان چوہدری عبدالعزیز ڈوگر صاحب صفحہ 33-30)

☆.............☆.............☆

مکرم بشیر احمد صاحب ریٹائرڈ ڈویژنل انجینئر ٹیلیفون

الفضل کا ہر صفحہ روحانی تشنگی بجھاتا ہے

بلاشبہ جسمانی اور روحانی صحت کے لئے مناسب غذا کی ضرورت ہے۔ دونوں قسم کی غذا مختلف ذرائع سے حاصل ہوتی ہے جیسا کہ جسمانی غذا کاربوہائیڈریٹس، فائبر، مختلف قسم کے وٹامنز اور منرلز کی ضرورت ہوتی ہے جو مختلف قسم کی غذاؤں اور ذرائع سے حاصل ہوتی ہیں اسی طرح روحانی صحت کا دارومدار بھی مختلف قسم کے ذرائع سے حاصل ہونے والی روحانی غذا پر ہوتا ہے۔ مثلاً قرآن مجید، اسوہ اور فرمودات رسول، اسوہ اور فرمودات خلفاء اور صحابہ اجمعین، اسوہ مسیح موعود اور آپ کی کتب، اسوہ رفقاء اور خلفاء اور صالحین۔ جس طرح جسمانی ضرورت کی مختلف غذائیں مہنگی پڑتی ہیں اور ایک وقت میں ان کا حصول مشکل ہوتا ہے اسی طرح روحانی غذاؤں کے حصول میں بھی مشکل پیش آتی ہے لیکن اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس کا ایک آسان حل ہمارے پاس روزنامہ الفضل ہے جس میں تمام ذرائع کو جمع کر دیا گیا ہے۔

صفحہ اول

اخبار کا پہلا صفحہ پورے اخبار کے دل کی حیثیت رکھتا ہے۔ سب سے اوپر موقع محل کے مطابق مختصر آیت یا حدیث۔ کلام مسیح موعود نیچے صفحہ پر اسوہ رسولؐ، اسوہ خلفاء، حالات زندگی صحابہ رسولؐ، خلفاء کے خطبات اور خطابات کے خلاصہ جات مندرج ہوتے ہیں۔ سائیڈ لائن پر موقع محل کے مطابق شہدائے احمدیت اور بیمار یا وفات یافتہ بزرگان جماعت کے حالات زندگی ہوتے ہیں۔ اسی طرح سے اخبار کا یہ پہلا صفحہ بیش بہا روحانی غذاؤں کا مجموعہ مہیا کرتا ہے۔

اندرونی صفحات

اندر کا دوسرا صفحہ عام طور پر خلیفہ وقت کے خطبات جو کہ نہایت ہی احسن پیرائے میں سوال و جواب کی صورت میں ہوتے ہیں شائع کئے جاتے ہیں۔ سوال و جواب سے خطبات کی افادیت بہت زیادہ بڑھ جاتی ہے اور بہت سوں کو ان کے سوالوں کے تشفی بخش جواب مل جاتے ہیں۔ جبکہ بعض دفعہ جماعتی شعراء کے ایمان افروز اشعار اور نظمیں بھی شائع ہوتی ہیں جو ادیب حضرات کے ذوق کی تسکین کا باعث ہوتے ہیں۔ اس کے علاوہ خلیفہ وقت کے مختلف ممالک کے دوروں کی تفصیل بھی شائع ہوتی ہے۔ اسی طرح باقی اندرونی صفحات پر خلیفہ وقت کے خطبات کا مکمل متن شائع ہوتا ہے جو ایسے احباب کے لئے جو کسی مجبوری کے باعث براہ راست خطبہ نہیں سن سکے تھے روحانی غذا کا اہم ذریعہ ہیں۔ اسی طرح انہیں صفحات پر احباب اپنے گزرے ہوئے بزرگوں اور پیاروں کے حالات زندگی لکھتے ہیں۔ گاہے بگاہے جسمانی غذا کی صورت میں مشہور ڈاکٹر صاحبان کے مضامین اور نسخہ جات پر مشتمل مضامین شامل اشاعت ہوتے ہیں۔

صفحہ وصایا

اس کے بعد ایک دو صفحات نئے موصیان کی وصیت کی تفصیلات ہوتی ہیں جن میں ان کی مالی قربانی کی تفصیلات کا ذکر ہوتا ہے۔ بظاہر تو نظر آتا ہے کہ ان میں عام آدمی کی دلچسپی کا کوئی ذکر نہیں لیکن اگر ان پر غور کیا جائے تو آدمی میں مالی قربانی کے جذبے کی اعلیٰ رنگ میں تجدید ہوتی ہے اور غیر موصی حضرات میں وصیت کرنے کا جذبہ بیدار ہوتا ہے۔ وصیت کرنے والوں میں طلباء طالبات کے علاوہ ایسے حضرات بھی ہوتے ہیں جن کی کوئی قابل قدر جائیداد نہیں ہوتی۔

اطلاعات و اعلانات کا صفحہ

اب آخری سے پہلے صفحے کی طرف آتے ہیں جو بظاہر، شادی بیاہ، بیماروں کی درخواست ہائے دعا، فوت شدگان کے حالات زندگی، تقاریب آمین۔ دارالقضاء کے وراثت کے فیصلہ جات اور اسی طرح خدام اور احباب جماعت کی مختلف قسم کی جسمانی اور روحانی تقریبات کا ذکر ہوتا ہے۔ لیکن بلاشبہ یہ صفحہ منجملہ جماعت کی Activities کا آئینہ دار ہوتا ہے اور روحانی تشنگی کو دور کرنے کا بیش بہا خزانہ اپنے اندر رکھتا ہے۔ تقاریب آمین اپنے اندر بزرگوں اور بچوں کو قرآن پاک کی عظمت اور اپنے بچوں کو اس سے مزین کرنے کی ترغیب دلاتی ہیں۔ وفات شدہ بزرگوں کے حالات زندگی احباب کو موت کی طرف متوجہ کرتے ہیں اور ان کو آنے والی زندگی کے لئے مناسب زاد راہ کے حصول کا احساس دلاتے ہیں۔ درخواست ہائے دعا کی تحریکات احباب کو صحت مند زندگی کی نعمت اور اس سے کما حقہ استفادہ کی تحریک کرتی ہیں۔ گویا یہ صفحہ بھی پوری جماعت کا تازہ ترین تعارف احباب جماعت کو مہیا کرتا ہے۔

صفحہ آخر

آخری صفحہ طلوع فجر، طلوع آفتاب، غروب آفتاب، موسم کا حال اور اشتہارات پر مشتمل ہوتا ہے۔ جس سے نماز تہجد کی ادائیگی کے وقت اور دوسری نمازیں وقت پر ادا کرنے کی توفیق ملتی ہے اور اشتہارات سے ایسی ضرورت کی اشیاء کی خرید کے لئے مدد ملتی ہے۔ اس کے علاوہ ایم ٹی اے کے پروگراموں کے اوقات سے دلچسپی کے پروگرام سننے کا موقع فراہم ہوتا ہے۔

الغرض روزنامہ الفضل نے انسان کی جسمانی اور خاص طور پر روحانی صحت کا مواد ایک جگہ مہیا کر کے احباب کی بہت ساری مشکلوں کو آسان کر دیتا ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ اخبار کو سرسری نظر سے ہی نہ پڑھا جائے بلکہ باریک بینی سے اس کا مطالعہ کیا جائے۔ دوسرے اخبارات تو تقریباً ایک یا دو دن کے بعد بیکار ہو جاتے ہیں جبکہ الفضل ہمیشہ تازہ بتازہ رہتا ہے۔ چنانچہ میں سمجھتا ہوں کہ مکمل طور پر اور ہمیشہ کے استفادہ کے لئے اس کے ماہوار بنڈل بنا کر محفوظ کر لئے جائیں اور جب بھی موقع ملے ان کا مطالعہ کیا جائے۔ احباب جماعت سے درخواست ہے کہ اخبار الفضل کی اہمیت کو سمجھیں اور اس سے استفادہ کریں۔

مکرم محمد محمود طاہر صاحب

الفضل کی قلمی معاونت کے موضوعات

الفضل کے قارئین سے جب ملاقات ہوتی ہے اور انہیں الفضل کے لئے لکھنے کی تحریک کی جاتی ہے تو ایک سوال تقریباً سبھی احباب کی طرف سے پیش ہوتا ہے کہ کس موضوع پر قلم اٹھایا جائے۔ یہ مسئلہ ہر لکھنے والے خاص طور پر نوآموز لکھاریوں کو درپیش ہوتا ہے لیکن جو لوگ اخبار کے باقاعدہ قاری ہوتے ہیں انہیں نت نئے مضامین پڑھنے کا موقع ملتا ہے اور تقریباً سبھی قسم کے موضوعات ایک ماہ یا دو ماہ کی اخبار میں آپ کو مل جائیں گے۔

قلم اٹھانے والے احباب کو سہولت کے لئے الفضل میں شائع ہونے والے موضوعات کے بارہ میں آگاہ کیا جا رہا ہے تا کہ موضوع کی تلاش میں مشکل پیش نہ آئے۔

اخلاقیات

1۔ قرآن کی اخلاقی تعلیم
2۔ آنحضرت ﷺ کے عظیم ارشادات
3۔ حضرت مسیح موعود کی تحریرات میں بیان شدہ معارف

ان کی روشنی میں امانت، دیانت، وسعت حوصلہ، صداقت، نرم گوئی، ہمدردی خلق، ایثار و قربانی، بچوں سے حسن سلوک، عورتوں سے حسن سلوک، والدین کے حقوق، ہمسایہ کے حقوق، شجاعت، توکل، حسن ظنی، استقامت، صبر و تحمل وغیرہ کے بارہ میں قلم اٹھایا جاسکتا ہے۔

سیرت

اس عنوان کے تحت مندرجہ ذیل موضوعات پر آپ قلمی معاونت کر سکتے ہیں:

1۔ سیرت رسول ﷺ کے مختلف پہلو
2۔ سیرت خلفاء راشدین
3۔ سیرت صحابہ رسول ﷺ
4۔ سیرت بزرگان سلف و مشاہیر اسلام
5۔ سیرت حضرت مسیح موعود
6۔ سیرت خلفاء مسیح موعود
7۔ سیرت رفقاء مسیح موعود
8۔ سیرت بزرگان سلسلہ۔ مربیان
9۔ اپنے وفات یافتہ عزیز و اقارب کی سیرت پر

شخصیات

1۔ معروف سائنسدان
2۔ مشہور حکمران و عالمی راہنما
3۔ مختلف علوم کے ماہرین

تاریخ

1۔ تاریخ اسلام کے اوراق
2۔ تاریخ پاک و ہند
3۔ تاریخ ممالک
4۔ تاریخ احمدیت

معلومات عامہ و حالات حاضرہ

1۔ مختلف ممالک کے بارہ میں معلومات
2۔ دنیا میں ہونے والے اہم واقعات
3۔ کھیل کے میدان میں رونما ہونے والے اہم واقعات
4۔ اہم جغرافیائی، سیاسی اور معاشرتی تبدیلیاں

طب و سائنس

1۔ طبی میدان میں ہونے والی نئی تحقیق
2۔ مختلف بیماریوں کا ایلوپیتھی علاج
3۔ مختلف بیماریوں کا ہومیوپیتھی علاج
4۔ مختلف بیماریوں کا یونانی حکمت سے علاج
5۔ طبی مشورے
6۔ جدید سائنسی تحقیقات سے آگاہی
7۔ بیماریوں کا تعارف
8۔ عظیم سائنسدانوں کا تعارف اور کارنامے
9۔ حفظان صحت
10۔ پھل، سبزیوں اور جڑی بوٹیوں کے خواص اور استعمال
11۔ جدید علوم کا تعارف

جماعتی موضوعات

1۔ مطالعہ کتب حضرت مسیح موعود
2۔ MTA سے استفادہ
3۔ خطبات امام کی اہمیت
4۔ وقار عمل
5۔ خدمت خلق
6۔ دعوۃ الی اللہ
7۔ تربیت اولاد

ان موضوعات کو پیش نظر رکھ کر ان میں سے اور موضوعات نکلتے آئیں گے۔ قارئین الفضل اپنے شوق، مطالعہ اور پیشہ کے لحاظ سے اپنی قلم اٹھائیں تا کہ دوسرے قارئین آپ کے علم سے مستفیض ہو سکیں اور زیادہ سے زیادہ باخبر رہیں۔

ا۔ رشید بدر صاحبہ

میری زندگی میں الفضل کا کردار

دنیا میں ہزاروں اخبارات ہیں مگر الفضل کا کوئی نعم البدل نہیں۔ الفضل روح کی تسکین دل کا قرار۔ روحانی بیماروں کے لئے جام شفا ہے میری زندگی کی تاریک راہوں کو اجالوں سے بھرنے والا اخبار، علوم کا مخزن، علم کی پیاسی روحوں کو سیراب کرنے والا، ادبی شہ پاروں، شاعری، سائنسی، معاشی، معاشرتی اقتصادی مضامین سے مزین۔ دین محمد مصطفیٰ ﷺ پر مضبوطی سے قائم کرنے والا، خلافت کا والا و شیدا بنانے والا۔ حضرت مسیح موعود اور خلفاء کی زندگی بخش تحریروں سے آراستہ۔ صراط مستقیم پر گامزن کرنے والا پیارا جریدہ۔ جماعت کے ہر فرد کے دکھ درد سکھ رنج و راحت سے مطلع رکھنے والا، احباب جماعت کے درمیان محبت، اتحاد یگانگت پیدا کرنے والا، اس کے متنوع مضامین دلوں کو موہ لینے والے، در نایاب احادیث، دلوں کو معطر کرنے والے مسیح آخر الزمان کے ملفوظات، خلیفہ وقت کی زندگی کے روز و شب، لمحے لمحے کی خبر دینے والا، جماعتی ترقیات اور بارش کی طرح نازل ہونے والے فضلوں کا منادی۔ جاہلوں کو عالم اور عالموں کو بلند مرتبوں پر فائز کرنے والا۔ روحانیت اور لقائے الٰہی کے راز سمجھانے والا۔ خدا تعالیٰ کی طرف لے جانے والے راستوں کی راہنمائی کرنے والا، اس کے بغیر زندگی کے روز شب بے کیف ہیں، صبحوں کا اجالا شب کا نور ہے۔ خدا کی قائم کردہ جماعت کا ترجمان ہے۔ خلافت کے زیر سایہ بہنے والی روحانی نہر ہے۔ میری زندگی کے لمحے لمحے پر الفضل کے اثرات اور احسانات ہیں۔

میرا تعلق جڑانوالہ کے پسماندہ گاؤں سے ہے جہاں ہمارا اکیلا گھر احمدی تھا الفضل وہاں نہیں پہنچتا تھا غالباً ایڈیٹر مسعود احمد دہلوی تھے ہمارے والد نانا جان کے گھر سے الفضل کی جلد لے آتے تھے۔ 13-14 سال کی عمر سے میں الفضل کی قاری ہوں۔ 1977ء میں ربوہ میری شادی ہوئی تو با قاعدہ الفضل کی قاری بنی۔ سچ تو یہ ہے کہ میری زندگی میں الفضل نے انقلاب برپا کر دیا۔ ہر صبح الفضل کا انتظار رہتا اور رات کو تکیے کے نیچے الفضل ہوتا۔ جب تک ہر سطر پڑھ نہ لیتی چین نہیں آتا تھا۔ الفضل نے علمی اور مطالعاتی ذوق کو جلا بخشی۔ نسیم سیفی، چوہدری محمد علی، عبیداللہ علیم، فیض چنگوی، سلیم شاہجہانپوری میرے پسندیدہ شعراء تھے۔ سیدہ صاحبزادی امۃ القدوس بیگم صاحبہ کی نظمیں تو روح کی غذا تھیں اور یقیناً میں نے آپ کی شاعری سے بہت فیض پایا بلکہ ان کو اپنا استاد مانتی ہوں۔ الفضل کے لمبے مطالعہ کے باعث خدا تعالیٰ کے فضل سے میں خود لکھنے کے قابل ہوئی پھر پروفیسر طاہر احمد نسیم کے سائنسی مضامین چشم تصور میں آفاق کی سیر کرواتے ہیں۔ خلفاء کرام کے خطبات الفضل کی جان ہیں۔ اس کے جاری کرنے والے کے لئے دل سے دعا نکلتی ہے کہ ؏

ملت کے اس فدائی پہ رحمت خدا کرے

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ ہمارے پیارے اخبار کو دن دوگنی رات چوگنی ترقی دے۔ آمین

مکرم ملک محمد عبداللہ صاحب

روزنامہ الفضل لاہور کی چند یادیں

محترم ملک محمد عبداللہ صاحب روزنامہ الفضل کے مینیجر رہے۔ آپ نے الفضل کے متعلق اپنی کتاب میری یادیں میں چند واقعات تحریر کئے ہیں۔

جنوری 1935ء میں بطور مربی با قاعدہ سلسلہ کی خدمت کا آغاز کیا۔ اس سے قبل 1934ء میں جب معلمین کلاس کے نتیجہ کا انتظار تھا محترم خواجہ غلام نبی صاحب مدیر روزنامہ الفضل نے چار ماہ کے لئے مجھے بطور اسسٹنٹ ایڈیٹر الفضل اپنے دفتر میں جگہ دی کیونکہ اس وقت یہ جگہ خالی تھی۔

1936ء میں محترم قاضی ظہور الدین صاحب اکمل جو ان دنوں رسالہ ریویو آف ریلیجنز اور رسالہ مصباح کے ایڈیٹر تھے۔ چند ماہ کی رخصت پر گئے تو ان کی جگہ خاکسار کو ان دونوں رسالہ جات کا ایڈیٹر مقرر کیا گیا۔

1937ء میں صدر انجمن احمدیہ میں یہ معاملہ پیش ہوا کہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کو تصنیف کے اہم کام کے لئے کسی مربی کی ضرورت ہے جو تالیف و تصنیف کے کام سے دلچسپی رکھتا ہو تو اس کام کے لئے خاکسار کا نام منظور ہوا اور مجھے حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کے ساتھ کام کرنے کی سعادت حاصل ہوئی۔

بطور مینیجر تقرر

حضرت مصلح موعود نے لاہور میں آپ کو اپنی انٹرنیشنل ٹریڈنگ کمپنی کا کام سنبھالنے کا ارشاد فرمایا:

ملک صاحب تحریر کرتے ہیں:

بعدازاں جب حضرت صاحب لاہور سے ربوہ تشریف لائے اور صدر انجمن احمدیہ کے کچھ ریزولیوشنز آپ کی خدمت میں منظوری کے لئے پیش ہوئے تو ان میں ایک ریزولیوشن یہ بھی تھا جس میں خاکسار کو روزنامہ الفضل کا لاہور میں مینیجر مقرر کیا گیا تھا۔ حضرت صاحب اسے دیکھ کر حیران ہوئے لیکن پھر فوراً اس کی منظوری پر دستخط فرما دیئے۔ دوسرے دن مجھے اور قریشی عبدالرشید صاحب وکیل تجارت تحریک جدید کو دفتر میں بلایا اور یہ ساری روداد بتلاتے ہوئے مجھے فرمایا کہ آپ اپنے کام کا چارج قریشی صاحب کو دے دیں اور خود لاہور جا کر مینیجر الفضل کا چارج لیں۔ میری عدم موجودگی میں انجمن نے آپ کو الفضل کا مینیجر مقرر کر دیا ہے۔ میں اپنے ذاتی کام کو جماعت کے کام پر مقدم نہیں کر سکتا۔ کمپنی کا کام چند ماہ کے بعد بند ہی ہو گیا مگر حضور نے اپنے نقصان کی پرواہ نہ کرتے ہوئے دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا شاندار نمونہ پیش کیا۔

حضرت مرزا شریف احمد صاحب دفتر الفضل لاہور میں

حضرت مرزا شریف احمد صاحب ایک عوامی شخصیت تھے۔ پیدل چلنے کو پسند فرماتے تھے۔ قادیان میں آپ کی کوٹھی محلہ دارالفضل کے آخر میں تھی۔ شہر سے اس کی مسافت کم و بیش ایک میل ہوگی۔ حضرت سیدہ اماں جان کی خدمت میں حاضر ہونے اور دیگر افراد خاندان سے ملنے کیلئے آپ عموماً پیدل ہی آتے جاتے۔

ملکی تقسیم کے بعد آپ ابتداء میں خاندان کے دیگر افراد کے ساتھ رتن باغ لاہور میں مقیم ہوئے۔ یہاں بھی آپ سیر کے لئے شاہراہ قائد اعظم اور دیگر مقامات پر پیدل تشریف لے جاتے۔ 1954ء میں خاکسار روزنامہ الفضل لاہور کا مینیجر تھا۔ ان دنوں الفضل کا دفتر شاہراہ قائد اعظم سے متصل میکلیگن روڈ پر تھا۔ حضرت مرزا شریف احمد صاحب گاہے بگاہے یہاں تشریف لاتے اور خاکسار کو ساتھ لے کر انارکلی میں شاپنگ کے لئے جاتے۔

تاریخ الفضل کا ایک ورق

لاہور میں الفضل کی ایجنسی 1935ء تا 1937ء

18 مئی 1935ء کے الفضل میں یہ خبر شائع ہوئی کہ لاہور کے مستقل خریداروں کو 20 مئی 1935ء سے الفضل دستی ان کے مکانوں پر پہنچانے کا انتظام کیا گیا ہے اس طرح انہیں اخبار اگلے دن ملنے کی بجائے روز کا روز مل جایا کرے گا۔

5 جولائی 1935ء کے الفضل میں لکھا ہے کہ جو انتظام بذریعہ ایجنٹ کیا گیا تھا اس میں خریداروں کو شکایات پیدا ہو رہی تھیں اس لئے اس طریق کو ترک کر دیا گیا ہے اور حسب سابق بذریعہ ڈاک ارسال کیا جا رہا ہے۔

27 جولائی 1935ء کے الفضل میں لکھا ہے کہ نئے لوکل ایجنٹ کے ذریعہ روزانہ تقسیم کا انتظام کیا گیا ہے اس لئے 28 جولائی سے پہلا پرچہ گھر پر ملے گا۔

19/اکتوبر 1935ء کے الفضل میں ہے کہ لاہور میں دہلی دروازہ کے قریب سب آفس الفضل قادیان قائم کیا گیا ہے اور آئندہ لاہور میں پرچہ کی تقسیم اسی دفتر کی معرفت ہوا کرے گی سب شکایات وہیں درج کرائی جائیں۔

16 مئی 1936ء کے الفضل میں ہے کہ سب آفس لاہور کا مکمل انتظام دی مدراند یا ایڈورٹائزنگ بیورو نمبر 35 فلیمنگ روڈ کے سپرد کر دیا گیا ہے۔

18 فروری 1937ء کے الفضل میں ہے کہ لاہور کیلئے الفضل کی ایجنسی 15 فروری سے بند کر دی گئی ہے اور اب خریداروں کا تعلق براہ راست دفتر الفضل سے ہوگا۔

30/اپریل 1937ء کے الفضل میں ہے کہ احباب لاہور کی طرف سے پیہم اصرار ہو رہا تھا کہ لاہور میں روزانہ اخبار کی تقسیم کا انتظام ہونا چاہئے۔ اگرچہ اس میں دفتر کو مالی نقصان ہے۔ تاہم احباب کے تقاضے کو دیکھ کر اس کا انتظام کیا گیا ہے۔

ماسٹر عبدالحکیم صاحب سابق ایجنٹ نے چونکہ گزشتہ حساب کتاب کی فہمید کر لی ہے۔ اس لئے انہیں پھر تقسیم اخبار کا کام دے دیا گیا ہے۔ وہ لاہور کے خریداروں کو روزانہ پرچہ پہنچائیں گے۔ لیکن قیمت وغیرہ وصول کرنے کے مجاز نہ ہوں گے۔ قیمت براہ راست دفتر وصول کرے گا۔

گزشتہ لین دین کے متعلق جو اعلان کیا گیا تھا۔ اسے منسوخ کیا جاتا ہے جن دوستوں کے ذمہ ان کا روپیہ ہے۔ وہ انہیں ادا کر دیں۔ تا وہ الفضل کا حساب صاف کر سکیں۔ ان کی رقوم کو ادا نہ کرنے کے یہ معنی ہوں گے کہ الفضل کو نقصان پہنچایا جائے۔

الفضل۔ جگر کا ٹکڑا

مکرم اویس احمد نصیر صاحب مربی سلسلہ جامعہ احمدیہ ربوہ الفضل کی بندش پر تحریر کرتے ہیں۔

روزنامہ الفضل کے حوالہ سے میرے جذبات و تاثرات کچھ اس طرح کے رہے جیسے اگر ایک ماں کے جگر کا ٹکڑا گھر سے نکلے پورا دن گزر جائے مگر گھر نہ آئے تو جو ماں کو افسوس، فکر، پریشانی، غم ہوتا ہے اسی طرح کی کچھ میری کیفیت رہی۔ کل رات کو دو مرتبہ الفضل دیکھنے گھر سے نکلا مگر کہیں نظر نہ آیا، پھر سوچا کہ شاید صبح 11 بجے اپ لوڈ ہو جائے گا مگر وہ بھی نہ ہوا، اسی کشمکش میں کہ میرا جگر کا ٹکڑا کب مجھے ملے گا، پورا دن گزر گیا اور خاص دعا کی توفیق بھی ملتی رہی۔

روزنامہ الفضل دراصل خدا کا ایک عظیم الشان انعام ہے، یہ خلیفہ وقت کی آواز کے ساتھ ساتھ مسیح موعود کی تعلیمات بھی ہمیں پہنچاتا ہے اور سب سے بڑھ کر رسول اللہ ﷺ کی محبت اور آپ کی تعلیم اور قرآن کریم کی تعلیمات ہمارے سامنے رکھتا ہے۔ بے شک ایسا اخبار تو اگر دن میں دو مرتبہ بھی شائع ہو تب بھی ہم اسے پڑھیں گے۔ اور اس کی حفاظت کریں گے۔ اے خدایا میرا لعل، میرا جگر کا ٹکڑا مجھے لوٹا دے۔ آمین

مکرم منذیر احمد سانول صاحب

روزنامہ الفضل سے وابستہ ایک انسپکٹر کی حسین یادیں

دسمبر 1990ء میں مکرم ہدایت اللہ شاد صاحب سابق انسپکٹر مال (حال جرمنی) ضلع ملتان میں جماعتی خدمت پر تعینات تھے ہمارے ان کے ساتھ برادرانہ مراسم تھے۔ خاکسار حسین آگاہی ملتان کی بیت الذکر میں خادم کے فرائض انجام دیتا تھا۔ انسپکٹر صاحب نے فرمایا کہ روزنامہ الفضل میں نمائندہ مینیجر الفضل (اب اس کا نام انسپکٹر ہے) کی آسامی خالی ہے اور سلسلہ کی خدمت کا بہترین موقع ہے موصوف کی ہدایت راہنمائی اور تحریک پر خاکسار تیار ہوگیا۔ کہا تم تیاری کرو سیدھے دفتر الفضل جاؤ۔ عرض کیا کہ میری تو جان پہچان بھی نہیں ہے کہنے لگے کہ تحریری درخواست پر صدر صاحب جماعت کی سفارش کراؤ اور ساتھ میری تعارفی چٹھی لے جاؤ۔

ہمارے سابق امیر ضلع ملتان مکرم رانا رشید احمد خاں صاحب مرحوم اس وقت صدر حلقہ حسین آگاہی تھے ان سے تصدیقی درخواست اور انسپکٹر صاحب کا تعارفی خط لے کر رات کو ہی انٹرویو کیلئے ملتان سے ربوہ آ گیا۔ صبح سہمے سہمے دفتر الفضل میں حاضر ہوا۔ دفتر میں مکرم آغا سیف اللہ صاحب مینیجر روزنامہ الفضل کرسی پر تشریف فرما تھے، بلند قامت سرخ وسفید چہرہ، رعب دار شخصیت اور آواز گرجدار تھی۔ سلام وکلام کے بعد درخواست وخط پیش کیا۔ فرمانے لگے۔ بس ٹھیک ہے اور کہا ہمارے نمائندہ مکرم چوہدری محمد دین صاحب انسپکٹر دورہ سے واپس آئے ہوئے ہیں آپ کا اور ان کا میدان عمل میں مقابلہ ہے وہ وہاڑی کے ہیں اور آپ ملتان کے ہیں دیکھتے ہیں اس کارِخیر میں کون سرفہرست آتا ہے۔

چنانچہ حقیر کو جناب مکرم گلزار احمد ہاشمی صاحب کے سپرد کر دیا گیا اور انہیں ہدایات دے دیں۔ ہاشمی صاحب نے خاکسار کو طریقہ کار سمجھانے کے بعد خریداران الفضل کے رجسٹر دے دیئے کہ یہاں سے خریداران الفضل کے نام و پتے فون نمبرز اور حساب فہمی کے میزانیہ جات تیار کرو، چنانچہ دو دن کی تیاری کے بعد مینیجر صاحب کے سامنے حاضری دی اور انہوں نے فہرست کو ملاحظہ کے بعد دعا دی اور ہاشمی صاحب سے فرمایا کہ انہیں پیشگی زاد راہ دے کر رخصت کر دیں۔ دفتر کی طرف سے حقیر کو ایک تعارفی کارڈ دیا گیا اس سے خاکسار کو سفر وحضر میں بہت فائدہ ہوا۔

پہلا دورہ ضلع شیخوپورہ کا تھا سیدھا شہر گیا ضلعی بیت الذکر جہانگیر آباد میں تھی۔ اسی بیت الذکر میں عالی جناب مکرم چوہدری محمد انور حسین صاحب ایڈووکیٹ امیر ضلع شیخوپورہ سے ملاقات ہوئی۔ آپ نے خوشی کا اظہار فرمایا کہ خاکسار کے ذریعہ الفضل کے حوالہ سے ضلع بھر کی جماعتوں سے رابطہ ہوجائے گا اور خریداروں میں اضافہ ہوگا۔ آپ نے جماعتوں کے صدور کے نام ایک تعارفی چٹھی برائے تعاون عطا فرمائی۔ چوہدری صاحب موصوف ہلکے پھلکے اور پھرتیلے جسم کے خوبصورت انسان تھے۔ گفتگو میں چاشنی اور چہرہ پر تبسم رقص کر رہا تھا آپ خلافت کے سچے عاشق تھے آپ نے ہمیں حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کے ہمراہ بیرون ممالک کے سفر کے ایمان افروز اور محبت میں ڈوبے ہوئے واقعات سنائے تھے آپ کی آنکھیں بھر آتیں اور آواز بھرا جاتی آپ سراپا عشق تھے۔ فرمایا جو خلافت کے عشق میں ڈوبتا نہیں اور مست نہیں ہوتا اور اس کا غم اور فکر نہیں جاگتا اسے اپنی فکر کرنی چاہئے۔ حقیر نے ان کی چند گھنٹے کی رفاقت سے روحانی سکون حاصل کیا جس کی لذت اب تک ختم نہیں ہوئی۔ یہ باتیں ان کی مجلس کا خلاصہ ہیں۔

الفضل کے آئی ڈینٹی کارڈ (Identity Card) نے خاکسار کو بڑا فائدہ دیا تھا جماعت احمدیہ ننکانہ صاحب میں جب حاضر ہوا تو اشتیاق ہوا کہ بابا نانک اور سکھوں کے تاریخی مقامات کا بھی نظارہ کروں جب وہاں پہنچا تو گیٹ پر سکھ دربان بھی اور پہرہ دار پولیس بھی موجود تھی۔ انہوں نے کہا کہ واقف کار اور ضمانت کے بغیر زیارت وداخلہ نہیں ہوسکتا خاکسار نے وہی ادارہ کا کارڈ پیش کیا انہوں نے ملاحظہ کے بعد باعزت طور پر اندر جانے کی اجازت دی۔ سارے تاریخی مقامات دیکھے، تعارف حاصل کیا یہاں نگران صاحب نے بڑی آؤ بھگت کی۔

خاکسار اس جماعت میں دو دن مقیم رہا یہاں بیت الذکر میں حافظ عبدالرشید صاحب تھے جو نابینا تھے ان کے پاس ذاتی لائبریری تھی ایک مہر بنوائی ہوئی تھی جس پر ان کا نام ثبت تھا جس کسی کو خط لکھواتے تو اس پر اپنی مہر لگاتے تھے۔ انہوں نے اپنی قبول احمدیت کے واقعات سنائے بڑے زندہ دل انسان تھے۔ خوش خوش رہتے تھے یہاں کی بیت الذکر کے خادم جناب اللہ دتہ صاحب تھے جو ایک ہاتھ سے معذور تھے اور نو احمدی تھے۔

اسی ضلع کی جماعت منڈی مرید کے میں رات دیر سے پہنچا تھا چونکہ پہلی بار گیا تھا اس لئے پریشان تھا، گشت پر پولیس کے عملہ نے آوارہ گردی کے شبہ کے بہانے اپنے ڈالہ میں بٹھا لیا اتا پتہ پوچھنے لگے خاکسار نے کہا کہ منشی نور محمد صاحب مالک خشت بھٹہ صدر جماعت احمدیہ کے پاس جا رہا ہوں اور روزنامہ الفضل کا نمائندہ ہوں اور کہا یہ میرا نمائندگی کا کارڈ ہے۔ افسر نے دیکھا اور ڈرائیور سے کہا گاڑی روک دیں اور خاکسار کو اتار دیا میں نے کہا میں پہلی دفعہ منشی صاحب کے ہاں جا رہا ہوں مکان نہیں دیکھا ہوا آپ راہنمائی کریں اس نیک افسر نے سامنے ہوٹل والے کو بلایا اور اسے کہا کہ اس مہمان کو چائے پلانے کے بعد منشی صاحب کے گھر چھوڑ آنا ہوٹل والا میری مدارت کے بعد مجھے موٹر سائیکل پر منشی صاحب کے گھر رات گیارہ بجے چھوڑ گیا۔

منشی صاحب بھٹہ کا کاروبار کرتے تھے دو شادیاں کی ہوئی تھیں ایک ہی گلی میں آمنے سامنے دو مکان تھے اور گلی کے اوپر سے چھت ڈال کر راستہ بنایا ہوا تھا رات کو مکانات کے گیٹ بند کر دیتے تھے اسی اوپر والے راستہ سے افراد خانہ دونوں گھروں میں آتے جاتے رہتے۔ موصوف مرحوم کا علاقہ میں بڑا مقام واحترام تھا نیک اور عبادت گزار انسان تھے۔ جتنی دیر خاکسار یہاں رہا آپ کو پنجوقتہ باجماعت نماز پڑھتے دیکھا۔ اللہ تعالیٰ درجات بلند فرمائے۔

سانگلہ ہل کے نزدیک ایک جماعت چک 117 چھور مغلیاں میں حاضری پر ایک بزرگ مکرم محمد ابراہیم شاد صاحب سے ملاقات ہوئی تھی یہ اس وقت جماعت کے صدر تھے اور بہترین شاعر بھی۔ ان کا بھی ماحول میں بے حد ادب و احترام تھا خاکسار کی موجودگی میں وہاں کے مقامی پرائمری سکول میں ایک واقعہ ہوا کسی ماسٹر صاحب نے اپنے شاگرد کو ڈنڈا مار کر سزا دی تھی بچے والے اکٹھے ہوکر ڈنڈوں سے مسلح ہوکر ماسٹر صاحب پر حملہ کیلئے گئے تھے۔ ماسٹر صاحب نے ڈر کر سکول کے کمرہ کے اندر داخل ہوکر کنڈی لگا لی تھی بلوائی دروازہ توڑ رہے تھے شاد صاحب کو علم ہوا تو یہ وہاں چلے گئے، ان کے جاتے ہی لوگوں نے گالیاں دینی بند کر دیں اور خاموش ہو گئے اور مودبانہ انداز سے گفتگو کرنے لگے۔ موصوف نے کہا کہ استاد تو ماں باپ سے بھی زیادہ ادب کا مقام ہوتا ہے وہ مارتا بھی ہے تو فائدہ کے لئے ایسا کرتا ہے۔ تم سب یہاں سے چلے جاؤ اور اپنے بچہ کو سکول چھوڑ جاؤ ماسٹر صاحب سے میں خود بات کرتا ہوں مجمع نے کہا استاد جی آپ نہ آتے تو آج جھگڑا ہو جانا تھا۔ آپ نے ماسٹر صاحب کو کہا باہر آ جاؤ وہ دروازہ کھول کر باہر آ گئے اور آپ کو جھک کر گھٹنوں پر ہاتھ رکھ کر سلام کیا اور کہا جی غلطی ہوگئی آپ نے کہا آئندہ محبت کی مار دینا اور عزت وقار پانا اور دونوں فریقوں کو گلے ملا دیا۔

خاکسار نے یہاں ایک دن رات قیام کیا تھا موصوف نے سب خریداران سے سوفیصد وصولی کرا دی تھی اور جماعت کے مشورہ سے دو خریداران کیلئے اعانت الفضل کی مد میں رقم بھی پیش کی تھی۔

آپ نے ایک رجسٹر رکھا ہوا تھا جس میں آنے والے مہمانوں سے جماعت 117 چھور کے تعاون وغیرہ کے لئے تاثرات لکھوایا کرتے تھے وہ رجسٹر خاکسار کے سامنے بھی پیش کیا تھا فرمانے لگے یہ بھی ایک طرح کی ہماری تاریخ بن رہی ہے۔ یہ پارسا اور دعا گو انسان تھے جماعت اور خلافت کے فدائی عالم باعمل انسان تھے۔ انہوں نے خاکسار سے بعد میں بھی دعا و پیار کا تعلق قائم رکھا۔ یہ بھی وفات پا گئے ہیں اللہ تعالیٰ غریق رحمت کرے۔ آمین

خاکسار نے ضلع شیخوپورہ کی چند جماعتوں کے علاوہ باقی جماعتوں میں کام کرنے کی سعادت پائی تھی جماعتوں میں کام کرنے کا پہلا موقع تھا سب عہدیداران احباب اور مربیان و معلمین نے تعاون کیا تھا جہاں بھی جاتا سب پیار کرتے۔ یوں محسوس ہوتا کہ ہم قریبی رشتہ دار ہیں اور لمبی مدت کے بعد ملاقات ہوئی ہے اس وقت کے سب احباب ان کا تعاون محبتیں اور خدمتیں دل و دماغ میں حاضر ہیں۔ اللہ تعالیٰ سب جماعتوں کو اخلاص میں بڑھائے اور انہیں جزائے خیر سے نوازتا رہے۔ آمین

دامن لعل وجواہر

الفضل سے ہر احمدی کو دل سے ہے پیار
جو کہ جنابِ فضلِ عمر کی ہے یادگار
خبروں پہ اکتفا نہیں کرتا یہ حق پرست
پیغام حق چہار سُو دیتا ہے بار بار
اللہ کا کلام نبیؐ کی ہدایتیں
نوروں بھرا ہر لفظ ہے ہر حرف تابدار
بیدار دل کو کرتے ہیں مہدی کے ملفوظات
دل میں اتر کے کرتے ہیں آنکھوں کو اشکبار
قاری کو دین و دنیا سے کرتا ہے روشناس
علم و ہنر کی حکمتیں کرتا ہے آشکار
رہتے ہیں اس کے دم سے ہم قرب امام میں
جس کی ہر ایک بات پہ ہوتے ہیں دل نثار
کس کس کا ذکر کر سکے شبیر ناتواں
دامن میں اس کے لعل و جواہر ہیں بے شمار

چوھدری شبیر احمد

بیرون پاکستان اردو زبان میں شائع ہونے والے چند جماعتی اخبارات و رسائل

ہفت روزہ بدر۔قادیان

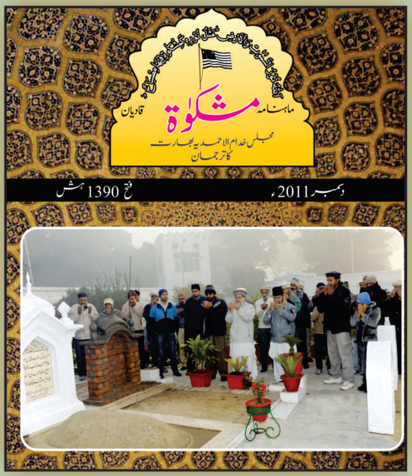

ماہنامہ مشکوٰۃ۔قادیان

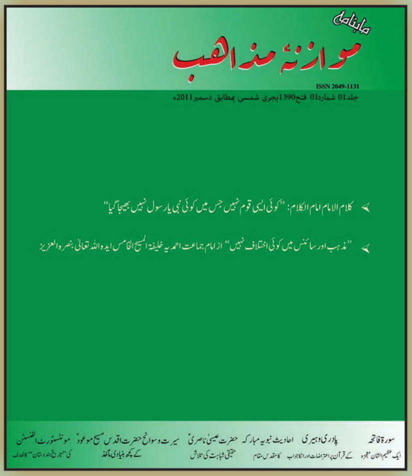

ماہنامہ موازنہ مذاہب۔لندن

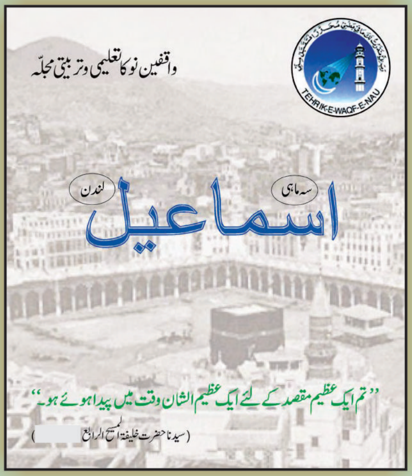

سہ ماہی اسماعیل۔لندن

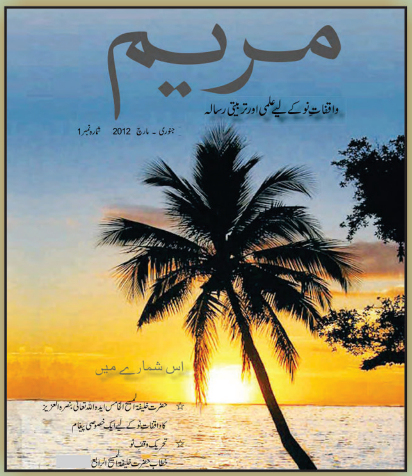

سہ ماہی مریم۔لندن

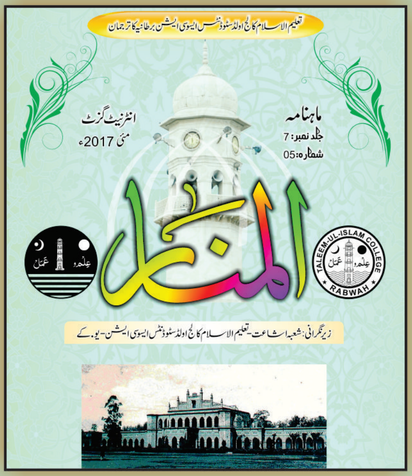

ماہنامہ المنار۔لندن۔انٹرنیٹ گزٹ

ماہنامہ خدیجہ۔جرمنی

اخبار احمدیہ۔جرمنی

نحن انصار اللہ۔کینیڈا

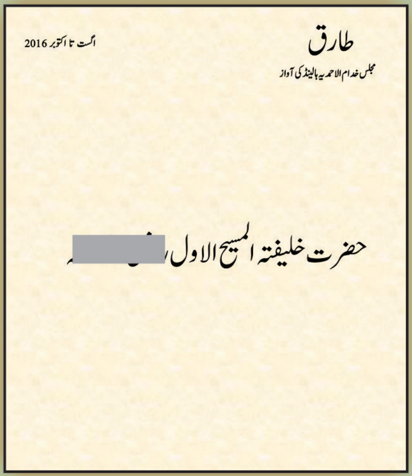

رسالہ طارق۔ہالینڈ

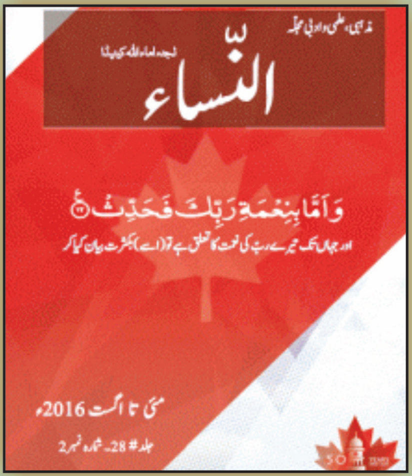

النساء لجنہ اماء اللہ۔کینیڈا

النور۔امریکہ

جماعت اور الفضل کے ایک معاند کا انجام

اخبار زمیندار کے مدیر ظفر علی خاں صاحب جماعت احمدیہ کے خلاف تحریر وتقریر ہر دوطریق پر زہر اگلتے رہتے تھے۔ اسی جوش خطابت وکتابت میں انہوں نے دعویٰ کیا کہ

میں اپنی قلم کی ایک جنبش سے الفضل اور جماعت احمدیہ کی ہستی کو مٹا سکتا ہوں۔

(الفضل 25 مارچ 1919ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی اس واقعہ کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

حضرت خلیفہ اول کے زمانہ میں، میں نے ایک مضمون لکھا۔ جس پر ظفر علی خان ایڈیٹر زمیندار ناراض ہوگئے اور کہنے لگے کہ میں ایک ہی جنبش قلم سے سوسومیل تک کے احمدیوں کو مٹا ڈالوں گا۔ یہ پہلا موقعہ تھا مسٹر ظفر علی خاں میری مخالفت پر اتر آئے۔ ہمارے ایک دوست ان کی اس بات سے ایسے گھبرائے کہ لاہور سے بھاگے بھاگے آئے اور آکر مجھے کہنے لگے۔ یہ آپ نے کیا غضب کر دیا۔ میں نے کہا کہ کیا ہوا۔ کہنے لگے۔ آپ نے ایک ایسا مضمون لکھ دیا ہے جس پر مسٹر ظفر علی خان سخت ناراض ہوگئے اور وہ کہتے ہیں کہ میں ایک جنبش قلم سے سوسومیل تک کے احمدیوں کو مٹا ڈالوں گا میں نے ہنس کر کہا کہ ظفر علی خاں کیا چیز ہے کہ احمدیت کو مٹائے۔ اس کی اپنی گردن خدا کے ہاتھ میں ہے۔ چنانچہ تھوڑے ہی دن گزرے تھے کہ ان سے ضمانت لی گئی پھر وہ ضبط ہوگئی۔ اس کے بعد پریس رک گیا اور جلدی ہی اخبار بند ہوگیا۔

پنجاب گورنمنٹ کا حکم

18,17 مارچ 1915ء کی درمیانی شب کو پولیس نے ظفر علی خاں سابق لیڈر زمیندار کو پنجاب گورنمنٹ کا یہ حکم پہنچایا کہ اس امر کے اطمینان کے لئے کہ تم رقبہ معینہ سے فرار ہونے یا فرار ہونے کی کوشش نہ کرو گے۔ دس دس ہزار روپے کے دو ضامن آٹھ دن کے اندر پیش کرو۔ زمیندار سے معلوم ہوا کہ بیس ہزار کا مچلکہ علاوہ اس کے طلب کیا گیا۔

(ب) ظفر علی خاں نے اخبار زمیندار کی ملکیت کو اپنی بیوی کے حق میں منتقل کر دیا ہے۔

یہ وہی ظفر علی خاں ہے جس نے ایک بار کہا تھا کہ اپنی قلم کی ایک کشش سے الفضل اور جماعت احمدیہ کی ہستی کو مٹا سکتا ہوں۔ (عبرت)

(الفضل 25 مارچ 1915ء)

انجام بد

خدا تعالیٰ کی قائم کردہ جماعت کو مٹانے کا دعویٰ کرنے والے کا انجام بھی دیگر معاندین کی طرح ہی ہوا۔ الفضل لکھتا ہے۔

ظفر علی خاں نے اپنے پورے عروج کے زمانہ میں کہا تھا کہ سلسلہ احمدیہ اور محمود ہے کیا چیز۔ اپنے قلم کی ایک کشش سے اس کی ہستی کو مٹا سکتا ہوں۔ اس کے بعد ہی خدا کی غیرت نے ایسا انقلاب پیدا کیا کہ تھوڑے ہی عرصے بعد خود اسی کے قلم کی کشش کی ہستی مٹ گئی۔ پھر جس ذریعہ سے وہ ہستی مٹانا چاہتے تھے یعنی **زمیندار** وہ بند ہوا۔ پھر اس کا قائم مقام **لمعات** تھا وہ بھی اپنے بھائی کے سے جا ملا۔ یہ نتیجہ ہے بڑے بول کا اور خدا کے برگزیدوں کی بے ادبی اور ان کی جناب میں گستاخی اور اس کے قائم کردہ سلسلہ کی ہتک اور اس کے قوم کی حقارت کا۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

(الفضل 18 اپریل 1916ء)

ڈینگی بخار کا سدباب

2011ء میں پاکستان میں ڈینگی بخار کی وبا پھیلی ہوئی تھی۔ اس کے حوالہ سے متعدد اخباروں میں مضامین شائع ہوئے۔ الفضل میں 5 ستمبر 2011ء کو مکرم ڈاکٹر سلطان احمد مبشر صاحب کا مضمون اسی نسبت سے شائع ہوا۔ مکرم بشارت اللہ مہر صاحب ناظم انصار اللہ علاقہ ڈیرہ غازی خان نے اس پر تبصرہ کرتے ہوئے تحریر فرمایا۔

خاکسار KAPCO پاور ہاؤس میں ملازمت کرتا ہے یہ کوٹ ادو پاور کمپنی برطانیہ کی مشہور پاور کمپنی نیشنل پاور کمپنی کی شاخ ہے انہوں نے حب کو پاور ہاؤس بھی لیا ہوا ہے۔ گزشتہ دنوں سے ہمارے وطن عزیز میں ڈینگی بخار کی وباء پھیلی ہوئی ہے۔ ہمارے سینئر میڈیکل آفیسر جو کہ ان کے تمام ہسپتالوں کے انچارج ہیں، نے ملک میں باقی اخباروں میں چھپنے والوں مضامین بھی دیکھے لیکن آخر کار فیصلہ یہ ہوا کہ روزنامہ الفضل مورخہ 6 ستمبر 2011ء کے اخبار میں محترم ڈاکٹر سلطان احمد مبشر صاحب کا جو مضمون ہے وہ اس بیماری کے متعلق نہایت ہی اچھا اور اعلیٰ ہے اس لئے انہوں نے یہ سب ملازمین کو Email کیا۔ نیز کہا کہ روزنامہ الفضل میں چھپنے والے اس مضمون کی Hand Copy سب کو دی۔ نوٹس بورڈ پر بھی لگا دی۔ آمین مبارکباد کے ساتھ یہ کاپی بھجوا رہا ہوں۔

مکرم پرویز پروازی صاحب

میرا تعارف۔ روزنامہ الفضل

مکرم پرویز پروازی صاحب کی کتاب احمدیہ کلچر اور دوسرے مضامین سے الفضل کے حوالہ سے چند واقعات پیش خدمت ہیں۔

ایڈمنٹن پہنچے تو سب سے زیادہ خوشی قبلہ پروفیسر مرزا منظور احمد صاحب سے مل کر ہوئی۔ مرزا صاحب ہمارے استاد پروفیسر صوفی بشارت الرحمٰن مرحوم کے برادر نسبتی ہیں۔ مگر انہیں قبلہ صوفی صاحب کے مزاج سے دور کی نسبت بھی نہیں۔ نہایت خندہ رو اور خندہ پرور شخصیت نکلے۔ ہمیں اس لئے بھی اچھے لگے کہ ہمارے ساتھ ذرا سی بھی شناسائی نہیں تھی اس کے باوجود ملنے کے لئے تشریف لائے اور ٹوٹ کر ملے، فرمانے لگے **بس آپ سے الفضل کا رشتہ ہے ورنہ اس سے پہلے ہم کبھی نہیں ملے**۔ قبلہ مرزا صاحب کی زندہ دلی کے بارہ میں بہت کچھ سن رکھا تھا ملنے کے بعد اندازہ ہوا کہ لوگ دوسروں کے مزاج کا صرف ایک ذرا سا ادراک ہی حاصل کر پاتے ہیں۔ اصل جوہر تو عندالملاقات ہی کھلتے ہیں۔

مرزا صاحب سے مل کر بہت خوشی ہوئی۔

اے کاش ان سے اور ملنا ہوتا اور ملنا ہوتا۔

بہت جی خوش ہوا حالی سے مل کر
ابھی کچھ لوگ باقی ہیں جہاں میں

اللہ تعالیٰ انہیں خوش وخرم اور صحت وسلامتی سے رکھے آمین۔ (اس کتاب کے مرتب ہوتے وقت مرزا صاحب وہاں چلے گئے ہیں جہاں سے کوئی واپس نہیں آتا) **الفضل کی قوت کا بھی اس روز اندازہ ہوا کہ یہ بظاہر چھوٹا سا پرچہ کتنا بے پناہ توانا پرچہ ہے۔**

(احمدیہ کلچر اور دوسرے مضامین صفحہ 304-305)

نسیم سیفی صاحب! سیفی صاحب ہمارے ابا کے ہم عمر تھے ان کا بڑا بیٹا ظفر اقبال ہمارا ہم عمر ہے مگر سیفی صاحب کی اور ہماری ایسی بے تکلفی تھی جیسی ہم عمر دوستوں میں ہوتی ہے۔ قادیان کے زمانہ کی ہمسائیگی کے ناطے دوستی کا رشتہ اور زیادہ مضبوط ہوگیا تھا پھر ربوہ میں یہ ہماری ہی گلی میں رہتے تھے۔ سیفی صاحب زود گو شاعر تھے چٹکیوں میں نظم کہہ لیتے تھے اور کثرت سے شعر کہتے تھے جب الفضل کے ایڈیٹر ہوگئے تو نثر میں بھی یہی کثرت نویسی آگئی سارے کے سارا الفضل ان کے نثر پاروں سے بھرا ہوا ہوتا تھا۔ تحریک کے پرچے تحریک جدید کے ایڈیٹر تھے تو وہاں بھی ان کا یہی طریق تھا۔ ہم نے کئی بار انہیں لکھا کہ یار دوسروں کی چیزیں بھی الفضل میں چھپنے دیا کریں مگر ان کا جواب تھا کہ جتنی محنت دوسروں کی چیزیں ایڈیٹ کرنے میں لگتی ہے اس سے آدھی محنت میں سارا پرچہ لکھا جا سکتا ہے چنانچہ یہی ہوتا تھا۔ کچھ وقت ایسا نازک تھا کہ پابندیاں بہت تھیں ذرا اونچ نیچ ہوتی تو پرچے کے خلاف پرچہ کٹ جاتا تھا۔ ان حالات میں ایڈیٹر کا بتیس دانتوں میں زبان کی طرح رہنے کا محاورہ تو بالکل معمولی لگتا تھا ہر طرف سے دشمن تیر وتفنگ لے کر پل پڑے تھے اس لئے ان کے پاس یہی ایک چارہ رہ گیا تھا کہ احتیاط کا دامن پکڑ کر خود ہی سارا کچھ لکھ ڈالیں اور پھر اخبار بھی روزنامہ ہے۔ روز کا اداریہ، مختلف مضامین پر شذرات، تبصرے، قطعات، نظمیں!! سارا پرچہ ان کا اپنا لکھا ہوتا تھا اس پر باتیں بہت بنتی تھیں مگر انہیں پروا نہیں تھی۔

(اب نئے ایڈیٹر مولانا عبدالسمیع خاں صاحب نے تو اداریہ لکھنے سے ویسے ہی توبہ کر لی ہے) یہی حال ان کی شاعری کا تھا نظمیں تو تھیں ہی سیفی صاحب نے قطعات بھی شروع کر دیئے۔ قطعے کیا چومصرعے ہوتے تھے اور جب قید ہوئے تو روز الفضل کا ایک صفحہ ان کے قطعات سے بھرا ہوتا تھا۔ ہم نے ایک بار مذاق میں انہیں لکھا کہ حکومت نے یہ دریافت کرنے کے لئے آپ کو گرفتار کیا ہے کہ یہ شخص بھلا ایک دن میں اتنی شاعری کیسے کر سکتا ہے؟

(احمدیہ کلچر اور دوسرے مضامین صفحہ 236)

بشیر نام کا ایک اور مددگار کارکن دفتر الفضل میں بھی تھا جو تنویر صاحب یعنی روشن دین تنویر ایڈیٹر الفضل کا حد سے زیادہ خدمت گزار تھا اور تنویر صاحب اس کے ناز اٹھاتے تھے۔ وہی تنویر صاحب کے گھر کا سودا سلف لاتا۔ ڈاک لاتا ان کا حقہ بھرتا غرض ہر لحاظ سے خدمت کرتا تھا۔ ہم نے بشیر کو جوانی سے بال سفید ہو جانے تک تنویر صاحب کی خدمت پر مستعد دیکھا تنویر صاحب کہا کرتے تھے اگر کوئی 'دھوپ میں بال سفید کر لینے' کے محاورہ کی عملی تصویر دیکھنا چاہے تو ہمارے بشیر کو دیکھے۔

(احمدیہ کلچر اور دوسرے مضامین صفحہ 132)

☆..........☆..........☆

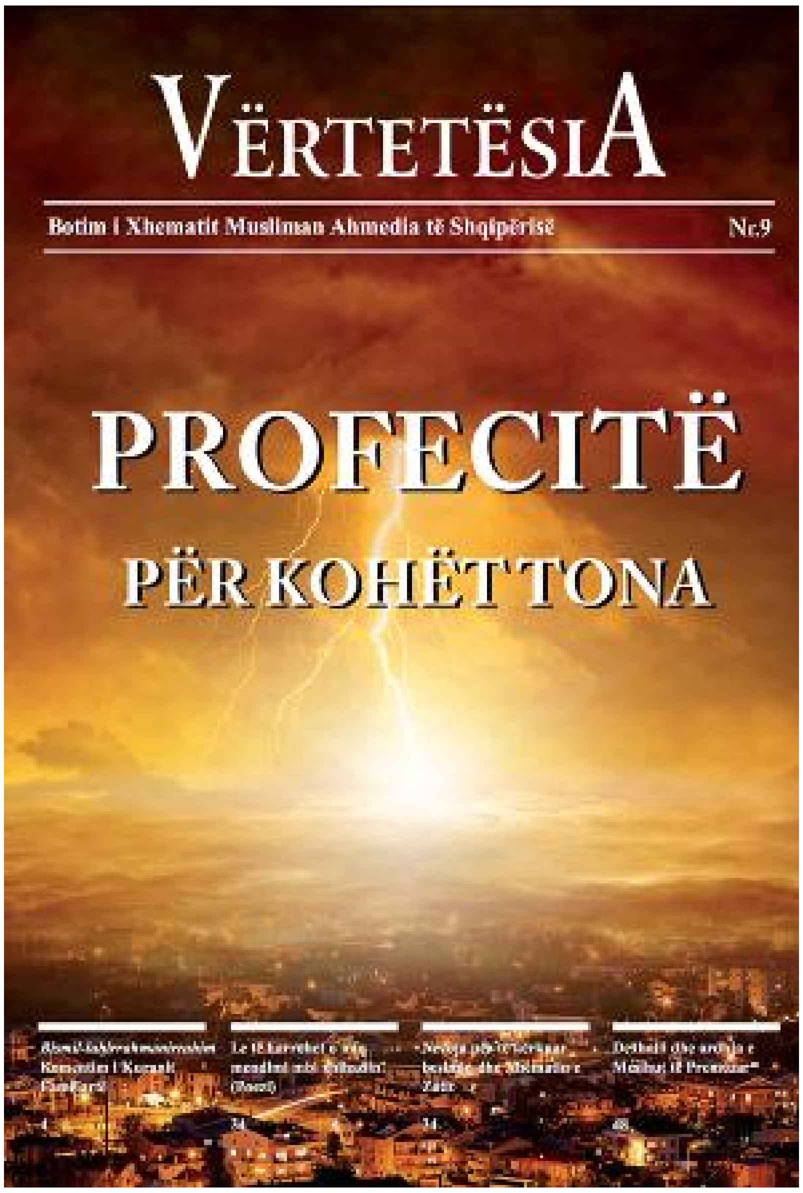

الفضل تیرے قلم چلتے رہیں

لوگ جلتے ہیں بھلے جلتے رہیں
الفضل تیرے قلم چلتے رہیں
ہیں دعائیں تجھ کو کتنی رات دن
تو جیئے تیرے چمن پھلتے رہیں
پھول تجھ سے خوشبویں لیتے رہیں
رنگ تیرے رنگ میں ڈھلتے رہیں
کامرانی ہو ترے ہر گام پر
اور عدو بس ہاتھ ہی ملتے رہیں
تو علم بردار ہے سچائی کا
تیری عظمت کے دیئے جلتے رہیں
عمر تیری تاقیامت ہو
لفظ تیرے تا ابد پلتے رہیں
لے کے آقا کی دعائیں تو بڑھے
خار سارے راہ کے ٹلتے رہیں

بشارت محمود طاہر

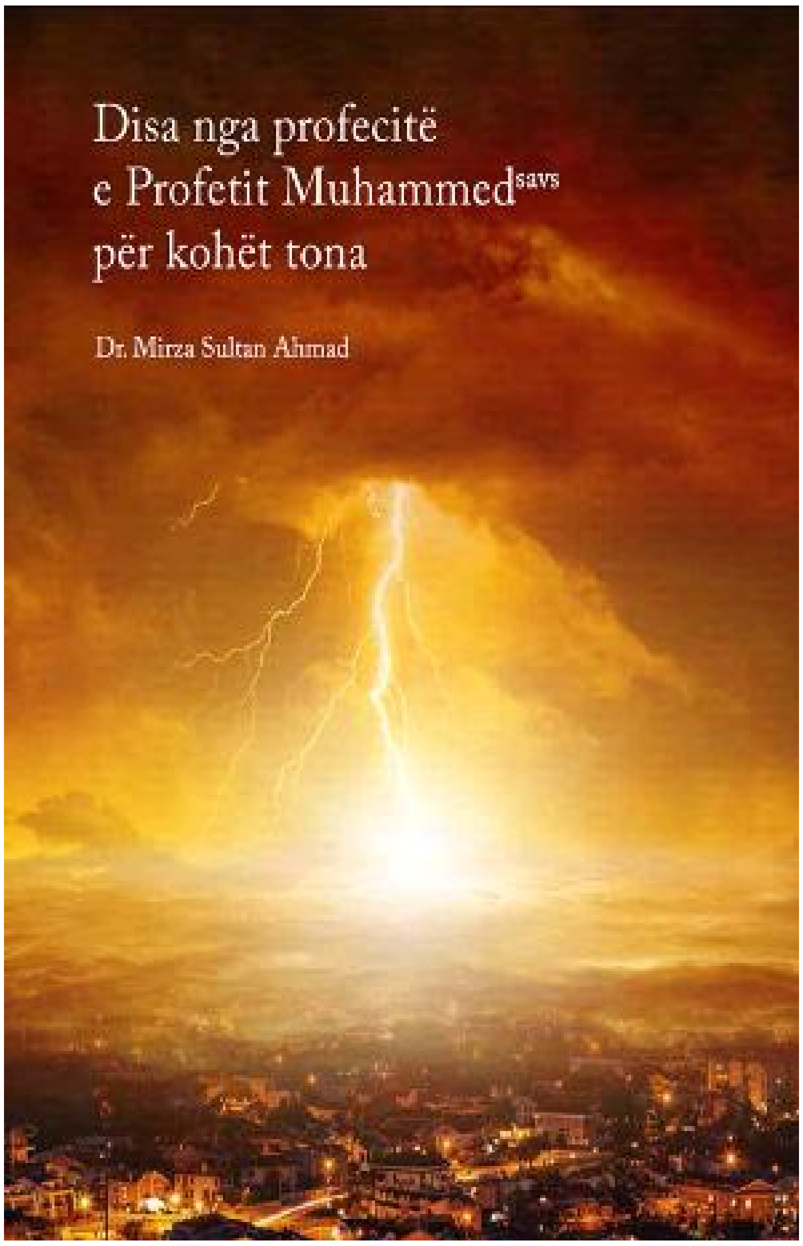

Në hadithe (thëniet e Profetit Muhammed^savs) ka shumë profeci rreth ndryshimeve të mëdha që do të ndodhnin në epokën e fundit. Këto profeci flasin edhe për ndryshime politike, edhe për ndryshime ekonomike, edhe për ndryshime shoqërore, po ashtu edhe për vese që do të shfaqeshin dendur në epokën e fundit. Çdo ditë që kalon, provon vërtetësinë e tyre si drita e diellit. Më poshtë, do të paraqesim shkurtimisht faktet që lidhen me vetëm disa nga këto profeci.

Do të bëhet shumë gjakderdhje

Muslimi në Sahihun e tij tregon se Hazret Ebu Hurejre^ra thotë:

"I Dërguari i Allahut^savs tha: "Kiameti nuk do të vijë derisa nuk do të bëhet "hersh" me shumicë". "Çka është "hersh", o i Dërguari i Allahut?" e pyetën sahabët. "Gjakderdhje", iu përgjigj Profeti^savs".[1]

Buhariu në Sahihun e tij përmend që Hazret Ebu Musa^ra rrëfen:

"I Dërguari i Allahut^savs tha: Përpara kiametit do të vijë koha kur dija do të zhduket dhe do të shtohet injoranca dhe do të bëhet shumë "hersh", dhe "hersh" është gjakderdhje".[2]

Ky parashikim është bërë 14 shekuj më parë kur, në krahasim me atë që ndodh në luftërat e sotme, luftërat bëheshin në një masë shumë të kufizuar dhe po aq e kufizuar edhe gjakderdhja. Sigurisht, dhuna dhe gjakderdhja bëhej edhe përmes shpatave, shigjetave dhe ushtarëve, megjithatë, edhe mizori më i keq i asaj kohe nuk ka pasur ndonjë armë të tillë, që mund të shkaktonte gjakderdhje si armët e sotme.

Për të ditur se sa gjakderdhje është bërë pas zhvillimit të shkencës në shekullin e kaluar, mjafton të shikoni këto të dhëna: sipas një llogaritjeje, në shekullin XX, 230 milionë njerëz janë vrarë në luftëra dhe konflikte të ndryshme. Vetëm në Luftën e Parë Botërore janë vrarë rreth 13 – 15 milionë njerëz, kurse në Luftën e Dytë Botërore thuhet se janë vrarë rreth 60 – 70 milionë njerëz.

Pas Luftës së Parë Botërore, nga 1918 – 1922, në luftën civile që u bë në Rusi, sipas një llogaritjeje, u vranë rreth 1.2 milionë njerëz.

39

محترم ڈاکٹر مرزا سلطان احمد صاحب کے ایک مضمون "احادیث نبویہؐ میں آخری زمانہ کے بارے میں چند پیشگوئیاں"، مطبوعہ الفضل 17 اکتوبر 2016ء کا جماعت کے البانین رسالہ "Vertetesia" مارچ 2017ء میں شائع شدہ ترجمہ